ایک میں اور ایک تم

"تم نہیں سمجھو گے مہران علی! تم سمجھ ہی نہیں سکتے۔" انہوں نے مہران کی ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر کے جواب میں فقط ایک ہی جملہ کہا تھا لیکن یہی ایک جملہ مہران کو آگ لگا گیا تھا۔

"ہاں، ٹھیک ہے۔ میں احمق، چُغد، گھامڑ، پاجی، اُلّو کا پٹھا ہوں مگر تم اپنا پوائنٹ آف ویو کلیئر کرنے کی کوشش تو کرو۔ کیا پتا میری سمجھ میں آ ہی جائے۔"

اس نے انتہائی تپ کر کہا تھا مگر اس کے مقابل بیٹھی محترمہ کے کانوں پر حقیقی معنوں میں جوں تک نہیں رینگی تھی۔ اس نے مہران کے سخت لب و لہجے اور چہرے کے تاثرات کو خاطر میں لائے بغیر سامنے پڑے شاپنگ بیگ سے دو کینو برآمد کیے۔ ایک میز پر مہران کے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے لیے چھیلنے لگی۔

"قسم سے بہت میٹھا ہے.... لو نا تم بھی۔" وہ قاش منہ میں رکھتے ہوئے بولی تھی۔

☆ ☆ ☆

"میرا خیال ہے کہ اگر بچے کے اندر یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ عزّت نفس سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہوتی تو وہ خود بخود کلاس روم میں اپنی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنے لگے گا۔ ظاہر ہے اگر اس کی نظر میں عزّت نفس کو اہم ترین کر دیا جائے تو وہ اس بات سے بھی خوف زدہ رہنے لگے گا کہ بھری کلاس میں سب کلاس فیلوز کے سامنے ٹیچر اسے گھور کر کسی بات کے لیے جواب طلبی کرے۔"

اس لڑکی نے اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے کے بعد بالوں کو جھٹکا دیا اور پھر اپنی نشست پر بیٹھنے سے قبل لڑکیوں کی طرف بالعموم اور لڑکوں کی طرف بالخصوص طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے سیاست دان بھرے جلسے میں کوئی وعدہ کرنے کے بعد بجنے والی متوقع تالیوں کو ستائش بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ مہران کو یقین تھا کہ اس کے سوا ۔ کلاس میں کسی نے بھی یہ سننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ شعلۂ جوالہ ٹائپ لڑکی آخر کیا کہہ رہی تھی۔ کم از کم لڑکوں کے بارے میں اسے پکا یقین تھا کیونکہ اس سمیت کسی کی نظریں اس

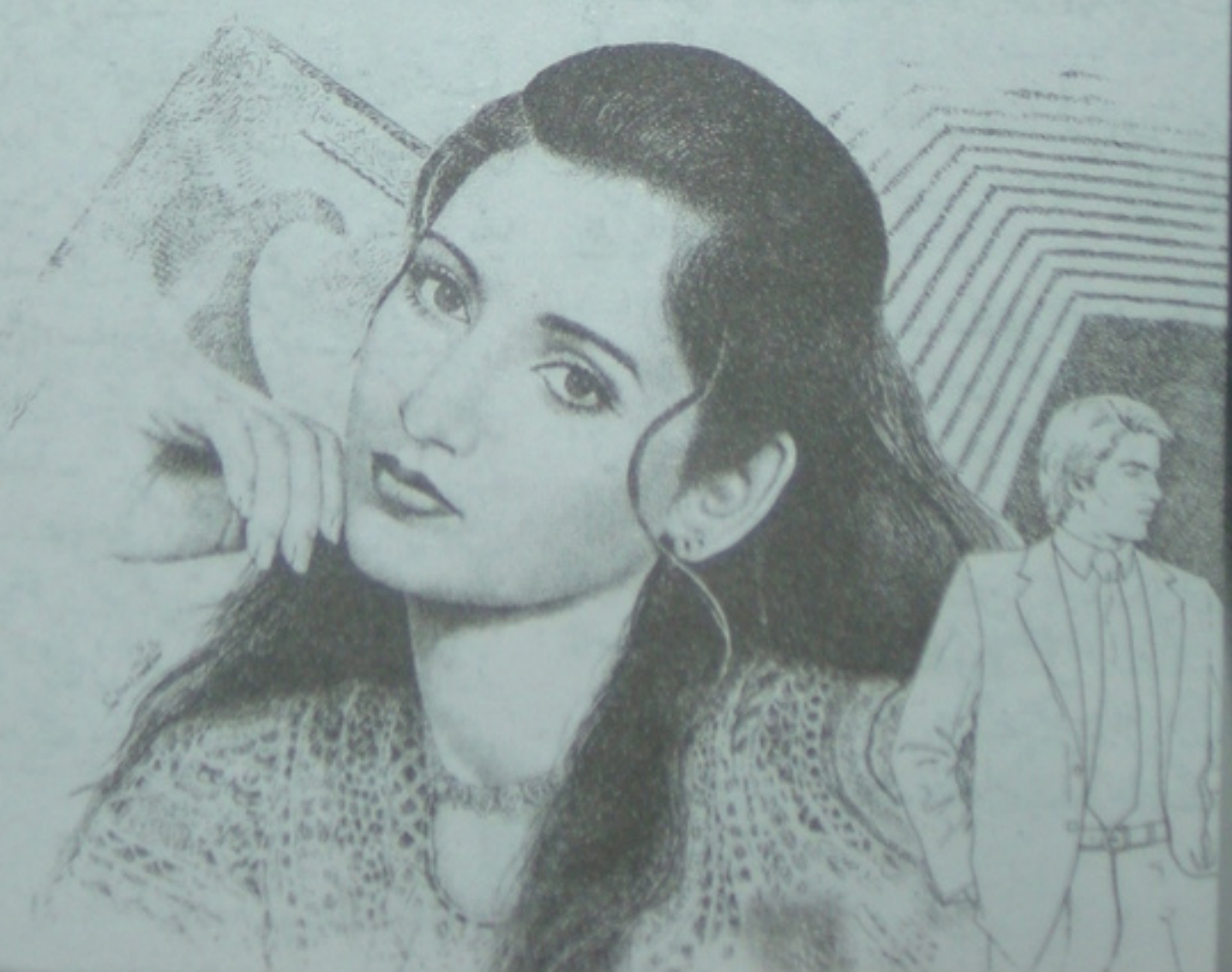

کے مہین سے لباس سے ہی نہیں ہٹ پائی تھیں۔
مہران نے تو خیر دو تین بار یا شاید تین چار بار بہت تفصیل سے اس کے لباس و انداز کو دیکھنے کے بعد لاحول پڑھ کر نگاہیں نیچی کرلی تھیں مگر اسے اپنے باقی کلاس فیلوز پر حیرت ہو رہی تھی جو اس لڑکی کو ایسے گھور رہے تھے جیسے زبانی یاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

"ان کے گھر میں مائیں بہنیں نہیں ہیں کیا؟"

اس نے اپنی ہی رو میں پیچھے تین چار لڑکوں کی محویت کو محسوس کرکے دل ہی دل میں کہا تھا' یہ اور بات ہے کہ ہر بار ایسا کہنے کے لیے اسے کم از کم ایک دفعہ اس لڑکی کی جانب ضرور دیکھنا پڑتا تھا۔ دراصل وہ خود کو کسی حد تک قابلِ معافی گردانتا تھا۔ اس کے باقی کلاس فیلوز کی بہ نسبت اس نے ایم ایڈ کلاسز کو سیکنڈ سیمسٹر میں جوائن کیا تھا۔ یعنی وہ سب مہران کے مقابلے میں ایک سیمسٹر بڑے تھے۔ وہ ان لڑکیوں کو گزشتہ تین ساڑھے تین ماہ سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے تو آج پہلے دن دیکھا تھا' اس لیے اگر اس کی نگاہیں ادھر ادھر چکرا رہی تھیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ کم از کم اس نے اپنی نگاہوں کی اس بے ضرر سی آوارہ گردی کو دل ہی دل میں قطعاً "معصومانہ" قرار دے دیا تھا۔

"یہ طوبیٰ قاسمی ہے۔"

وہ ابھی اس حسین نظارے سے نظریں ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا کہ دائیں طرف سے اسے کاغذ کی چھوٹی سی چٹ موصول ہوئی۔ اس نے سٹپٹا کر دائیں طرف دیکھا۔ مہران جب کلاس میں داخل ہوا تھا تو کلاس شروع ہوئے دو تین منٹ گزر چکے تھے۔ اطہر زمان لیکچر شروع کرچکے تھے۔ اس لیے مہران کافی اخال کسی سے تعارف نہیں تھا۔ اس کی طرف یہ چٹ دائیں طرف سے بڑھائی گئی تھی' جہاں ایک ہیوی ٹائپ لڑکا بیٹھا تھا۔ شکل وغیرہ میں تو وہ بھی مہران کی طرح عام سا تھا مگر حلیہ مہران کی نسبت کافی بہتر تھا۔ مہران نے اس کی جانب دیکھنے کے بعد دوبارہ اس کاغذ کی چٹ کی طرف دیکھا۔ اس کے بات کچھ سمجھ میں آئی تھی اور کچھ نہیں آئی تھی مگر وہ اس لڑکے سے پوچھ نہیں سکتا تھا کیونکہ کلاس روم میں انتہائی خاموشی تھی۔

اطہر زمان صاحب کا لہجہ ضعیف العمری کے باعث واضح نہیں تھا' اس لیے ان کی بات سمجھنے کے لیے سب بہت غور سے ان کی بات سن رہے تھے۔ ساتھ بیٹھا لڑکا تو ان کی ہی جانب متوجہ تھا' نہ صرف متوجہ تھا بلکہ بے حد انہماک سے لیکچر نوٹ کرنے میں مصروف تھا۔

"اگر تمہارا ڈیپارٹمنٹ میں انٹرسٹ چلانے کا ارادہ ہے تو اس کی طرف دیکھنا بھی مت۔ اس پہ میری نظر ہے۔"

دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور چٹ اس کی فائل پہ پہنچ چکی تھی۔

"لاحول ولا قوۃ۔" اس نے ایک بار پھر سٹپٹا کر خود سے کہا تھا۔

"کیا مطلب ہے جناب آپ کا؟" اس نے انتہائی دھیمی آواز میں اس لڑکے سے کہا۔

اس کے چہرے پر استہزائیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی مگر مجال ہے جو اس نے ذرا بھی گردن ترچھی کرکے مہران کی جانب دیکھا ہو۔ وہ ابھی بھی لیکچر سننے اور گردن ہلانے میں مصروف تھا۔ چند لمحوں بعد وہ پھر لیکچر نوٹ کرنے لگا۔

"قبلۂ محترم! میرا یہ مطلب تھا کہ آپ چند لمحے قبل علاقۂ غیر میں کیا چاشت کی نماز ادا کرنے گئے تھے؟"

اس لڑکے نے نوٹس لینے کے بعد ایک اور چٹ اس کی فائل پہ رکھی۔ مہران کی اب کچھ میں آیا کہ وہ اتنی دیر سے اتنے انہماک سے لیکچر کے نام پہ کیا نوٹ کر رہا تھا۔ مہران کو کاغذ پر لکھی ہوئی بات پڑھنی ہی نہیں پڑی۔ اس نے کاغذ کی وہ چٹ زمین پر پھینک دی اور خاموشی سے سر اطہر کی بات سننے کی کوشش کرنے لگا۔

"ارے یار! تم تو ناراض ہوگئے' میں مذاق کر رہا تھا۔ ویسے میرا نام علیم بٹ ہے۔ میرے فرینڈز مجھے

جمی کہتے ہیں۔"

اب چٹ کے بجائے پورا صفحہ اس کے سامنے آیا تھا۔ مہران نے پھر گردن ترچھی کرکے اس کی جانب دیکھا۔ وہ لڑکا لیکچر کے معاملے میں بھی انتہائی سنجیدہ لگ رہا تھا کیونکہ روسٹرم کی طرف دیکھنے اور لیکچر نوٹ کرنے میں بھی اس کا ارتکاز قابلِ دید تھا' اس کے علاوہ وہ مہران کی طرف پرچیوں پہ پرچیاں پاس کرنے میں بھی مصروف تھا۔ مہران کو اس کے ارتکاز پر رشک آیا۔ اگر موت کا فرشتہ بھی اس سے ملاقات کے لیے نیچے آجاتا تو اس لڑکے کا انہماک دیکھ کر وہ بھی چند لمحے کے لیے اس کی روح قبض کرنے کے فرضِ منصبی سے ذرا ٹھہر جاتا کہ بچہ اطمینان سے لیکچر نوٹ کرے۔

مہران اس کی جانب دیکھ کر مسکرایا اور دوستانہ انداز میں بولا۔

"مجھے مہران....."

اس لڑکے نے مہران کو بات مکمل نہیں کرنے دی بلکہ اس کے سر پر ایک چپت رسید کی اور اس کی فائل پر پڑا وہی صفحہ اٹھا لیا جس پر اس نے دوستی کی ابتدا کرنے کے لیے وہ دوستانہ جملہ تحریر کیا تھا۔

"اے گدھے.... مروائے گا کیا.... لکھ کر بات نہیں کر سکتا؟"

وہی صفحہ دوبارہ مہران کی فائل پر پہنچا تو یہ جملہ لکھا ہوا تھا۔ مہران نے پھر اس کی شکل دیکھی اور اشارہ سمجھ کر اسی کاغذ پر اپنا نام لکھ کر عظیم بٹ عرف جمی کے سامنے رکھ دیا۔

"تم سے مل کر اچھا لگا۔ یہ طوبیٰ کی بائیں طرف جو بیٹھی ہے ناں بڑی زبردست چیز ہے۔ اتنے اخلاق سے ملتی ہے کہ دل خوش ہو جاتا ہے' تحریم ربانی ہے اس کا نام۔ کبھی موقع ملا تو میں تمہیں اس سے ملواؤں گا۔"

عظیم نے اسی صفحے پر کلاس روم میں موجود ایک اور حسینہ کا کاغذی تعارف کروایا۔ مہران کو عورت کے لیے لفظ "چیز" کا استعمال نہایت نامناسب لگا مگر اس نے کاغذ پر جواب میں لکھا۔

"ہاں ضرور' کیوں نہیں۔"

جب اوکھلی میں سر دیا تو موصلوں سے کیا ڈرنا کے مصداق کو ایجوکیشن میں پڑھتے ہوئے اس کو لڑکیوں سے ملنے اور راہ و رسم بڑھانے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

"ارے تم فکر ہی نہ کرو' میں تمہیں باری باری سب لڑکیوں سے متعارف کروا دوں گا۔ میری تو سب کے ساتھ ہی ہیلو ہائے ہے۔" اس نے اگلا پیغام لکھا تھا۔ مہران دل ہی دل میں کافی متاثر ہوا۔

"ہاں یار! جب ایک جگہ پڑھتے ہیں تو پھر ہیلو ہائے بھی ہو ہی جاتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

مہران نے کاغذ پر لکھا۔ وہ ایسا جواب ہر اس شخص کو بھی دیا کرتا تھا جو اس سے یونیورسٹی میں داخلے اور پھر خصوصاً یونیورسٹی میں لڑکیوں کی موجودگی کے متعلق استفسار کرتا تھا۔ مہران اپنے خاندان اور حلقۂ احباب میں سے پہلا شخص تھا جو اس مقام تک پہنچا تھا۔

"یہ جو تیسری رو میں کُبی (جھک کر) ہو کر بیٹھی ہے ناں' یہ نادیہ ہے' یہ بھی ایک آئٹم ہے۔ بڑی لائن مارتی ہے یار! ویسے اگر طوبیٰ سے بات نہ بنی اور معاملہ آگے نہ بڑھ سکا تو میں اسی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک افیئر چلاؤں گا۔"

مہران نے یہ والا پیغام پڑھا اور دوبار پڑھا۔ عظیم میں ایسی کیا بات تھی کہ ہر لڑکی اسے ہی لفٹ کرواتی تھی۔ وہ سمجھ نہ پایا مگر بہرحال وہ "ہوں' ہاں" میں جواب دیتا رہا اور عظیم لکھ لکھ کر کلاس کی لڑکیوں کا تعارف کرواتا رہا جس کا نتیجہ کافی مثبت نکلا۔ کچھ دیر بعد مہران اپنی کلاس فیلوز کے متعلق اتنا اپ ٹو ڈیٹ ضرور ہو چکا تھا کہ ان کے لیے ان کے سائز کے لباس کے ساتھ ساتھ مناسب رشتہ بھی لا سکتا تھا۔ یہاں تک تو بات ٹھیک تھی مگر ہر دوسری لڑکی کے متعلق بتاتے ہوئے جب وہ یہ کہتا۔

"اگر تمہارا ڈیپارٹمنٹ میں افیئر چلانے کا ارادہ ہے تو اس سے ذرا دور رہنا' اس پر میری نظر ہے۔"

جس حساب سے وہ لڑکیوں پر نظر رکھے ہوئے تھا' اس حساب سے اس کے چہرے سے لے کر پاؤں کی

انگلیوں تک فقط آنکھیں ہی آنکھیں ہونی چاہیے تھیں۔

"مذہب نے تو صرف چار شادیوں کی اجازت دی ہے' یہ حضرت نجانے کتنے ایفیئرز چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

اس نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ حویلی لکھا کے اس سادہ لوح کے لیے "افیئر" کا مطلب بہت ٹھنڈا میٹھا سا تھا۔ کسی بھی اسلامی بہن کو دیکھ کر پسند کرنا' راہ و رسم بڑھانا پھر آئی لو یو بولنا اور سب سے آخر میں اس سے شادی کر لینا۔ افیئر کا یہی مطلب اس کی آج تک سمجھ میں آسکا تھا اور یہ مطلب بھی اس نے ٹی وی ڈرامے دیکھ کر سمجھا تھا' ورنہ ان کے خاندان برادری میں آج تک کوئی ایسا مائی کا لال نہیں گزرا تھا جس نے افیئر چلایا ہو۔ ان کے خاندان میں شادی کے بعد بیوی سے افیئر چلانے کا رواج تھا' اسی لیے اسے عظیم کی باتیں کسی قدر عجیب اور انوکھی محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے پتا چل گیا تھا کہ عظیم بھی اس کی طرح لیکچر نوٹ نہیں کر رہا بلکہ بیک وقت دائیں بائیں پیپر چیٹنگ میں مصروف ہے' ورنہ تو اس کا انہماک دیکھ کر وہ نہ صرف رشک بلکہ احساس کمتری میں مبتلا ہو چلا تھا۔

پیپر چیٹنگ میں ساٹھ منٹ کی کلاس ختم ہونے کا پتا ہی نہیں چلا۔ سر نے رول کال بھی لینی شروع کر دی تھی۔ لیکچر کے اختتام پر سب کے چہروں پر اطمینان اتر آیا تھا اور ساتھ ہی ایک مخصوص قسم کی بھنبھناہٹ بھی شروع ہو گئی تھی۔ سر زمان اپنے دھیمے لہجے میں رول نمبرز بولتے چلے جا رہے تھے۔

"رول نمبر 25۔" سر نے شاید دوسری مرتبہ پکارا اور پھر بال پوائنٹ کو روسٹرم پہ بجا کر کلاس کو متوجہ کیا۔

"رول نمبر 25۔" انہوں نے پھر سے پکارا۔ اب کی بار ان کی آواز میں خفگی نمایاں تھی۔ کلاس میں خاموشی چھا گئی۔

"غیر حاضر۔ اوکے۔" انہوں نے عینک کی اوٹ سے کلاس میں نظر دوڑاتے ہوئے کہا پھر اگلے رول نمبر کی طرف بڑھے۔

"رول نمبر 26۔ 27۔ 28۔" وہ لگاتار نمبرز بولتے رہے جن پر فوراً "یس سر" کی صدا ابھری تھی۔ اس سے پہلے کہ اگلے نمبر پکارے جاتے۔ ایک ہونق سی آواز نے سب کو اس طرف متوجہ کیا' جہاں سے آواز آرہی تھی۔

"ایکسکیوزمی سر۔ سوری سر۔ ویری سوری سر۔ ویری ویری سوری سر۔ پلیز سر۔ پلیز۔ 25 پریذنٹ ہے۔"

سب ہی کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی۔ سب کا مہران کو نہیں پتا مگر اس نے گردن ترچھی کر کے بائیں طرف قطاروں میں بیٹھی لڑکیوں کو دوبارہ دیکھا۔ اگرچہ کن اکھیوں سے وہ بھی دیکھ رہا تھا مگر اب موقع بھی تھا اور دستور بھی' سو نہایت اطمینان سے جی بھر کر دیکھا۔

وہ جو کوئی بھی تھی' نہایت عام سی تھی۔ سیاہ موٹے فریم کی عینک اور چادر کی بکل میں کمزور سی لڑکی بقراط کی جڑواں بہن لگ رہی تھی۔

"بھلا ایسی لڑکیوں کو دوبارہ دیکھنے کی زحمت کون کرتا ہے۔" مہران نے سوچا اور پھر سے سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔

"بی بی! آپ کبھی کبھی گھر سے بھی نیند پوری کر آیا کیجیے۔" سر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ کلاس میں دبی دبی ہنسی گونجی۔

"جی سر۔ میں کل سے کوشش کروں گی۔ انشاء اللہ۔"

اس بکل مار کہ لڑکی نے دوبارہ کہا تو وہ لوگ بھی ہنس دیے جو پہلی بار سر کا لحاظ کر کے خاموش رہے تھے۔ سر زمان نے "آہم" کر کے کلاس کو آنکھوں آنکھوں میں دھمکایا۔

"یہ خدیجۃ الکبریٰ ہے۔ انتہائی احمق اور پھٹیچر لڑکی۔" اب کی بار عظیم نے کاغذ پر لکھنے کے بجائے زبان کے ذریعہ تعارف کروایا مگر اس کی سرگوشی کچھ زیادہ اونچی آواز میں تھی کیونکہ سر زمان نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا۔ وہ دونوں ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

کینٹین کی طرف چلتے ہیں۔"

سرزمان کے کلاس روم سے چلے جانے کے بعد عظیم نے اس کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے دوستانہ لہجے میں کہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مہران! تم تھیسز روم کی طرف جا رہے ہو؟" اسے عقب سے کسی نے پکار کر استفسار کیا۔ وہ لڑکی کی آواز سن کر حیران ہوا تھا مگر اسے دیکھ کر تو وہ بے حد حیران ہوا۔ وہ کشمالہ تھی جس کے بارے میں عظیم نے اسے بتایا تھا۔

"کشمالہ کپڑوں کے معاملے میں جتنی تنگ ہے، دل کے معاملے میں اتنی ہی کھلی ہے۔ اسے کسی کا ڈر نہیں، کھلم کھلا لڑکوں سے بات کرتی ہے۔ حالانکہ دو تین بار بھری کلاس میں اسے ٹوکا بھی گیا ہے۔"

وہی کشمالہ، مہران علی کو پکار کر کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ تھوڑا دبو اور شرمیلا سا انسان تھا اور پھر دیہی بیک گراؤنڈ کے باعث اسے لڑکیوں سے بات کرنے کا تجربہ نہیں تھا۔ کشمالہ اس کے قریب آگئی پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"تم مہران ہو نا۔۔۔ عظیم نے تمہارے بارے میں بتایا تھا۔"

مہران نے بھی مسکرانا اپنا فرض سمجھا مگر جواب میں اسے کیا کہنا چاہیے، یہ نہیں سوجھ رہا تھا اسے۔

"آپ کشمالہ ہیں؟" اس نے جھکی نگاہوں سے استفسار کیا۔ وہ ایکدم سے ہنس دی اور پھر ہنستی چلی گئی۔

"جیسا سنا تھا، ویسا ہی پایا۔ عظیم نے صحیح کہا تھا تمہارے بارے میں۔"

وہ اس کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ مہران جھینپ سا گیا مگر دل میں عجب سی سرشاری اتر آئی۔ عظیم سے تھوڑے ہی دنوں میں اس کی بہت دوستی ہو گئی تھی۔

"کیا کہہ رہا تھا عظیم میرے بارے میں؟" اس نے

خوامخواہ بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے پوچھا۔ کشمالہ پھر ہنس دی۔

"یہی کہ... یہی کہ... تم بہت معصوم ہو۔" وہ سابقہ انداز میں ہنس دی۔ مہران کا چہرہ اتر سا گیا۔ اے "لالی پاپ" قسم کی یہ تعریف کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی۔

"وہ دراصل مجھے ایک ضروری کام ہے... تم اگر تھیسز روم کی طرف جارہے ہو تو پلیز یہ میرا اسائنمنٹ کا ٹاپک ہے... اس سے متعلقہ کچھ مواد ملے تو میرے لیے لے آنا پلیز..." وہ ایک چٹ اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔

اس نے مسکراتے مسکراتے مدعا بیان کردیا۔ مہران اتنا تہذیب یافتہ ضرور تھا کہ ایک لڑکی کا یہ بے ضرر سا کام کردیتا' اس لیے اس نے بھی مسکراتے ہوئے وہ چٹ پکڑلی۔

"1947ء سے لے کر اب تک بننے والی ایجوکیشن پالیسیز کی ناکامی کے اسباب۔"

اس نے باآواز بلند کاغذ پر لکھا ٹاپک پڑھا۔ یہی ٹاپک اس نے کچھ عرصہ قبل کسی میگزین میں بھی پڑھا تھا اور گمان غالب تھا کہ وہ میگزین اب بھی اس کے پاس محفوظ تھا۔ اس نے یہی بات کشمالہ کو بھی بتادی۔

"اچھا... رئیلی... تم مجھے وہ میگزین دے سکتے ہو پلیز... یا پھر ایک اور بھی آئیڈیا ہے... تمہارے پاس ٹائم ہو تو یہ اسائنمنٹ تم ہی بنادو۔ تم تو ویسے بھی بہت جینئس ہو۔ میں نے عظیم والا اسائنمنٹ دیکھا ہے... وہ تم نے ہی مکمل کیا ہے نا... مجھے بہت پسند آیا بلکہ زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ تم نے اپنے دوست کے لیے رات بھر جاگ کر یہ اسائنمنٹ مکمل کیا۔ کام کی اہمیت نہیں ہوتی مگر جذبہ بہت میٹر کرتا ہے۔ آج کل کون کرتا ہے دوستوں کے لیے اتنا۔"

وہ کافی سے زیادہ خوشی کا اظہار کررہی تھی۔ مہران کو یک گونہ خوشی کا احساس ہوا۔ اس نے فوراً "ہامی بھرلی اور کشاں کشاں جاوید راہی صاحب کے روم کی طرف بڑھ گیا۔ کشمالہ کا انداز گفتگو اسے بہت پسند آیا تھا۔

"کس قدر اعتماد سے گفتگو کرتی ہے۔"

اس نے کوریڈور میں چلتے ہوئے سوچا۔ اگلی کلاس سیمینار کی تھی مگر اس سے پہلے اسے جاوید صاحب سے ملنا تھا۔ وہ محنتی تھا' اس لیے کچھ دنوں میں ہی اساتذہ کا منظورِ نظر ہوگیا تھا۔

سر جاوید اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور کافی تپاک سے ملے۔ ایک بار پھر اس کی محنت کو سراہا کہ وہ پڑھ لکھ کر ایک اچھے مقام پر پہنچنے ہی والا ہے۔ اسی دوران ان کے روم کا دروازہ کھلا اور کسی نے اندر داخل ہونے کے بعد اجازت طلب کی۔

"خدیجہ بی بی! آپ آل ریڈی کمرے کے اندر ہیں پھر اجازت مانگنے کی ضرورت؟"

سر نے دروازے کی سمت دیکھ کر کہا۔ مہران نے پلٹ کر دیکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ خدیجہ کی آواز پہچان چکا تھا۔ خدیجہ کمرے کے اندر آچکی تھی مگر اب وہیں دروازے پر کھڑی تھی۔ اجازت ملنے کے بعد بھی وہ جب چند لمحے تک اندر داخل نہ ہوئی تو مہران نے ذرا سی گردن موڑ کر دیکھا۔

اس کے ہاتھ میں کاغذات کا پلندہ' کتابیں اور بیگ تھا جنہیں وہ باری باری دروازے کے قریب پڑے ریک پر رکھ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ اندر چلی آئی۔

"سر جی! میں آپ کو سلام کرنے آئی تھی اور آپ کی خیریت دریافت کرنے آئی تھی۔"

اس نے مخصوص لہجے میں کہا۔ اس لڑکی کی آواز بری نہیں تھی مگر اس کے بولنے کا انداز کسی قدر عجیب ضرور تھا۔

"وعلیکم السلام! جیتی رہیے۔ شکر ہے اللہ کا' ہم تو خیریت سے ہیں' آپ کیسی ہیں؟"

سر نے پُرشفقت لہجے میں پوچھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں سر جی!" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مہران کو اپنی موجودگی غیر ضروری لگی۔ وہ اجازت لے کر اٹھنے ہی والا تھا کہ سر نے اسے مخاطب کرلیا۔

"مہران! تم خدیجہ سے ملے۔ یہ بھی تمہاری کلاس فیلو ہے۔ بہت اچھی بچی ہے۔"

انہوں نے تعارف کروایا۔ مہران اس کی جانب دیکھ کر مسکرایا اور سلام کیا۔ اس نے جواب ضرور دیا مگر مسکرائی نہیں۔

"بیٹھ جاؤ خدیجہ!" انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"یہ مہران ہے... ایم اے پولیٹیکل سائنس کرچکا ہے... کمپیوٹر سائنسز میں ڈپلومہ بھی کیا ہے... بہت ذہین لڑکا ہے... کسی میگزین میں اس کے آرٹیکل بھی چھپتے ہیں۔"

سر اتنا کہہ کر خاموش ہوئے تو مہران فوراً بولا۔

"اور میں سی ایس ایس کی تیاری بھی کررہا ہوں۔"

"ہائے ماں صدقے... بہت محنت کرنا پڑتی ہوگی آپ کو۔" اس نے جس انداز میں بتایا تھا' خدیجہ نے بھی فوراً اپنے جذبات کا اظہار کیا مگر وہ سٹپٹا گیا۔ اسے تو اس کی اپنی ماں نے بھی کبھی ایسے نہیں کہا تھا۔

"سر جی! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ بہت ذہین ہیں' تب ہی تو مقابلے کے امتحان کی تیاری کررہے ہیں۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے جی' آمین۔" خدیجہ نے مزید کہا تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی تھی۔ مہران کو اس لڑکی کا انداز بے حد عجیب لگا۔ نہ کوئی شوخی' نہ مسکراہٹ اور پھر "ماں صدقے" جیسا ممتا بھرا لفظ اس لڑکی کو مہران کی نظر میں مزید ہونق بنا گیا۔

اس کے ذہن میں کشمالہ سے ہونے والی گفتگو تازہ ہوگئی۔ اس نے اجازت طلب کی اور اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ کلاس لینے کے بعد اسے کشمالہ کے لیے اسائنمنٹ بھی تیار کرنا تھی۔ وہ کلاس روم میں آیا تو نجانے اسے کیوں محسوس ہوا کہ اس کی جانب بہت سی نظریں اٹھی ہیں' وہ خوامخواہ شرمندہ سا ہوگیا۔

اس کے اندر نجانے کیوں ایک عجب سا احساسِ کمتری تھا۔ وہ جب حویلی لکھا میں تھا تو اسے اپنی شخصیت میں کوئی خامی نظر نہیں آتی تھی بلکہ وہ اپنی عمر کے لوگوں میں معتبر شمار ہوتا تھا مگر یہاں آکر اسے پڑھائی کی حد تک تو سب ٹھیک لگ رہا تھا مگر باقی سب ٹھیک نہیں تھا۔ اس کے پاس کپڑوں کے نام پر شلوار قمیص ہی تھے۔ وہ بھی کاٹن یا کھدر کے کلف لگے شلوار قمیص نہیں تھے بلکہ عام سے کپڑوں کی عام سی سلی ہوئی شلوار قمیص — پھر اس نے شرعی داڑھی رکھی ہوئی تھی جس کی بنا پر اکثر کلاس فیلوز اسے "مولانا صاحب" یا "ملاّ جی" کہہ کر مخاطب کرنے لگے تھے۔ وہ ان کے سامنے اس بات پر غصہ نہیں کرتا تھا مگر دل ہی دل میں اسے عجیب سا محسوس ہوتا تھا۔ اب بھی وہ کلاس روم میں داخل ہوتے وقت ان ہی محسوسات کا شکار ہوا مگر آج ان فیلنگز کی مدت مختصر تھی کیونکہ آج اسے اپنا آپ کلاس روم میں بھی کسی قدر معتبر دکھائی دے رہا تھا۔ کشمالہ جیسی ذہین لڑکی نے اسے کسی قابل جانا تھا تو اپنی اسائنمنٹ بنانے کے لیے کہا تھا۔

کلاس روم میں اسے کشمالہ کہیں نظر نہیں آئی۔ حالانکہ وہ اس سے ایک بار اسائنمنٹ کے ٹاپک کو ڈسکس کرنا چاہ رہا تھا۔ "سیمینار" کا لیکچر اٹینڈ کرکے وہ تھیسز روم کی طرف آگیا اور کشمالہ کے اسائنمنٹ کے متعلق مواد ڈھونڈنے کی کوشش کرنے لگا مگر ناکامی ہوئی۔

اس کے بعد وہ کچھ دیر تک سلیم شاہ کے ساتھ کینٹین میں بیٹھا رہا۔ اس کے بعد واپسی کے لیے ڈیپارٹمنٹ سے باہر اسٹاپ پر آکھڑا ہوا۔ اس نے برکت مارکیٹ میں ایک نیٹ کیفے کے اوپر دڑبہ نما کمرہ کرایہ پر حاصل کیا تھا۔ کمرہ چھوٹا ضرور تھا مگر دوسرے بہت سے فائدے بھی تھے۔ یونیورسٹی سے ایک اسٹاپ تک کا فاصلہ تھا۔ یہاں سے یونیورسٹی بس بھی گزرتی تھی۔ وہ بہت آسانی سے قائداعظم لائبریری تک آجا سکتا تھا۔ کھانا بھی آسانی سے مل جاتا تھا اور سب سے بڑھ کر اس کے بجٹ کے اندر تھا۔ اس کی مطلوبہ وین ابھی نہیں آئی تھی' وہ فٹ پاتھ پہ کھڑا ادھر ادھر نظر دوڑا رہا تھا۔

دھوپ کی شدت میں تیزی نہیں تھی' اس لیے کچھ اور لوگ بھی فٹ پاتھ پہ کھڑے وین اور بس کا

انتظار کر رہے تھے۔ ایک طرف بوڑھا افغانی بھٹوں کی ریڑھی لیے کھڑا تھا اور ریڑھی کے پاس خدیجۃ الکبریٰ کھڑی تھی۔

مہران نے اس کی طرف دیکھا پھر دوبارہ سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ اس لڑکی کو مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ سینئر کلاس فیلوز نے اسے بطورِ خاص سمجھایا تھا کہ اسے ڈیپارٹمنٹ کے باہر لڑکیوں وغیرہ سے گفتگو کرنے میں ذرا محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اسلامی جمعیت کے طلباء اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور ایسے غیر محتاط طلباء کی بازپرس بھی کی جاتی ہے اور دوسرا وہ لڑکی کشمالہ یا طوبیٰ جیسی ہوتی تو وہ رسک لیتا بھی' اب خدیجۃ الکبریٰ کے لیے وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

خدیجہ نے اس کی طرف دیکھا پھر بھٹے پر سے دانہ دانہ کر کے ٹونگنے لگی۔ مہران نے چند لمحوں بعد اسے اپنی جانب آتے دیکھا۔ اس نے نگاہیں بالکل نیچی کر لیں۔ اگر کوئی دور سے دیکھ رہا ہوتا تو یہی سمجھتا کہ سفید شلوار قمیص میں ملبوس یہ نوجوان نماز کی نیت باندھے کھڑا ہے۔

"سی ایس ایس میں بہت محنت کرنا پڑتی ہے نا۔" وہ اس کے قریب آ کر بولی۔ مہران نے چونکنے کی ایکٹنگ کی پھر اس کے چہرے کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہاں جی... محنت تو بہت ہے۔"

ابھی اس نے صرف سی ایس ایس کا ارادہ کیا تھا اور کورس پیٹرن وغیرہ کو سمجھنے کے لیے دو ایک کتابیں خریدی تھیں مگر اس کے سامنے وہ ان کتابوں کی تفصیل بتانے لگا جو اس نے پڑھ بھی لی تھیں۔ حالانکہ حقیقت تو یہ تھی کہ اس نے ان کتابوں کے نام سلیبس والی کتاب میں پڑھے تھے۔ خدیجہ اس کی کتابوں سے اور باتوں سے کافی متاثر نظر آ رہی تھی یا شاید مہران کو ہی محسوس ہوا تھا۔

"سی ایس ایس کو لوگوں نے بس ہوّا بنایا ہوا ہے... محنت تو جی ہر چیز میں کرنا پڑتی ہے۔ اصل چیز ہے لگن اور مستقل مزاجی... یہ دونوں چیزیں موجود ہیں تو ہر کام آسان ہے۔"

مہران نے آنکھیں گھماتے ہوئے وہ الفاظ دہرائے جو اس نے "کامیاب انسان بننے کے 101 طریقے" والی کتاب کے پہلے صفحے پر پڑھے تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس لڑکی کے سامنے اسے کوئی شرم و جھجک یا اعتماد کی کمی جیسے امراض لاحق نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ نہایت اعتماد کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ اس لڑکی میں ایسی کوئی بات بھی تو نہیں تھی کہ وہ متاثر نظر آتا۔ بڑے بڑے پھولوں والا' بھورے رنگ کا کاٹن کا سوٹ اس کے اوپر کالی چادر اور آنکھوں پر لگے چشمے نے اسے عام سے بھی عام بنا دیا تھا۔ وہ مسلسل بھٹے پر سے ناخنوں کی مدد سے دانے الگ کر کے پھانک رہی تھی۔

"آپ کے پاس پانچ روپے ہوں گے؟" مہران کی بات ختم ہوتے ہی اس نے کہا۔ مہران نے حیرانی کو چھپا کر اس کی جانب بغور دیکھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے مہران کی کسی بات کو سنا ہی نہیں ہے۔

"ہاں... ہیں تو۔"

"آپ مجھے پانچ روپے ادھار دے سکتے ہیں؟" اس نے لاتعلق سے انداز میں کہا تھا جیسے اگر مہران اسے پانچ روپے نہیں بھی دے گا' تب بھی کوئی مصیبت نہیں ٹوٹ پڑے گی اور وہ پانچ کا نوٹ صرف اس لیے مانگ رہی ہے تاکہ مہران کی دریا دلی کو جانچ سکے۔

"ہاں جی... ضرور کیوں نہیں۔" اس نے فوراً قمیص کی دائیں جیب سے والٹ نکالا اور ڈھونڈ ڈھانڈ کر پانچ روپے کا ایک نوٹ برآمد کر لیا۔

"شکریہ جی... میں کل واپس کر دوں گی۔" خدیجہ نے اس کے ہاتھ سے وہ نوٹ لیا اور دائیں طرف سے آتی 33 نمبر وین میں سوار ہو گئی۔ اس کا عجلت بھرا انداز' اس کی ادھار پیسے مانگنے والی بے تکلفی' اس کا عام سا انداز گفتگو' اس کا عام سا لباس ہر چیز کے لیے مہران کے دل میں کوفت بڑھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ پلندہ راحیلہ کے ہاتھ میں دیا جو اس نے رات بھر میں سیاہ کیے تھے۔ کشمالہ کی اسائنمنٹ میں اسے اس قدر محنت نہیں کرنا پڑی تھی کیونکہ مواد تو اس کے پاس موضوع سے متعلق موجود تھا مگر اسے کاغذ پر منتقل کرنے میں پانچ چھ گھنٹے صرف کرنا پڑے تھے لیکن وہ خوش تھا کہ اس نے بہترین اسائنمنٹ تیار کی ہے۔

"کشمالہ کو...؟ کیوں؟ یہ ہے کیا چیز؟" راحیلہ نے لاپروائی سے اوراق پلٹتے ہوئے پوچھا۔ چونکہ کشمالہ نظر نہیں آئی تھی' اس لیے مہران نے اس کے ساتھ اکثر اوقات نظر آنے والی لڑکی کو اسائنمنٹ تھما دی مگر شاید یہی اس کی غلطی تھی۔ وہ دونوں کوریڈور کی سیڑھیوں میں کھڑے تھے۔

"اوہ... میڈم ارم کی اسائنمنٹ... یہ کشمالہ کا ٹاپک تھا۔ ویسے میں پوچھ سکتی ہوں' یہ اسائنمنٹ تمہارے پاس کیا کر رہی ہے۔" وہ بظاہر اسائنمنٹ کو ہی دیکھ رہی تھی مگر اس کی ساری توجہ مہران ہی کی جانب تھی۔ مہران نے اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔ فقط اتنا سمجھا تھا کہ وہ اسائنمنٹ کی جانب پسندیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ میں نے مکمل کی ہے... کشمالہ نے کل مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کی اسائنمنٹ بنا دوں... آج سب مٹ (Submit) کروانا ضروری ہے نا۔"

اس نے راحیلہ کو اطلاع دینے والے انداز میں بتایا۔ گویا راحیلہ اس بات سے بے خبر ہے کہ آج Submition کی آخری تاریخ ہے۔ اس نے مہران کی جانب دیکھا۔

"یہ تم نے بنائی ہے یا مکمل کی ہے؟ جہاں تک میری یادداشت ساتھ دیتی ہے' پرسوں تک کشمالہ نے یہ اسائنمنٹ شروع بھی نہیں کی تھی' کل میں غیر حاضر تھی۔ اس نے کل اگر شروع کی ہوتی تو وہ فون پر مجھے ضرور بتاتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ اسائنمنٹ تم نے مکمل نہیں بلکہ ساری کی ساری تم نے ہی تیار کی ہے۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ مہران بھی مسکرایا اور اس کے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے بولا۔

"دراصل میرے پاس اس اسائنمنٹ سے متعلق کافی مواد تھا تو کشمالہ نے مجھ سے ہیلپ مانگی تھی۔ میں نے سوچا' میں ہی بنا دیتا ہوں۔"

اس کی بات سن کر راحیلہ کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"کافی اچھا سوچ لیتے ہو تم۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی پھر مہران کے چہرے کا جائزہ لیے بغیر فوراً بولی۔

"یہ میں کشمالہ کو دے دوں گی۔ ویسے تمہارے پاس "Texanomy of Education" کے متعلق کچھ ہوگا؟ مجھے یہ ٹاپک ملا ہوا ہے۔ میں نے تو تقریباً اپنی اسائنمنٹ مکمل کر لی ہے مگر Kreath Vowel کے کچھ تصورات کی وضاحت رہتی ہے۔ میں ابھی لائبریری جا کر اسے مکمل کروں گی اور دو بجے سے پہلے سب مٹ Submit کروا کر جاؤں گی۔ پوائنٹ تو مس ہو جائے گا مگر میں لوکل وین سے گھر چلی جاؤں گی۔ مشکل تو ہوگا مگر ظاہر ہے کرنا ہی پڑے گا۔ اب گلشن راوی میں تو گھر ہے میرا' سردیوں کے دن ہیں' تاریکی بھی جلدی پھیلتی ہے آج کل... چلو چھوڑو... تو پھر "Texanomy of Education" کے متعلق کچھ ہوگا تمہارے پاس؟"

وہ دونوں کوریڈور میں پہنچ کر رک چکے تھے۔ مہران کو اس کی مجبوری کا احساس تھا۔ اس کے دل میں ہمدردی کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ لوکل وین پہ سفر کر کے گھر جانا حقیقتاً "بہت اذیت ناک تھا۔

"یہ ٹاپک تو ہم نے بی ایڈ میں بھی پڑھا تھا۔ Kreath Vowel کے آئیڈیاز تو میرے فنگر ٹپس پر رہتے ہیں... اپنی اسائنمنٹ مجھے دو۔ میں مکمل کر دیتا ہوں۔"

اس نے فوراً" سے پیش تر اپنی خدمات پیش کر دیں۔ راحیلہ کو اس سے زیادہ کچھ چاہیے بھی نہیں

تھا۔ اس نے فائل کھول کر کچھ صفحات نکالے اور اسے تھمادیے۔

"مارکر سے میرا نام اور رول نمبر وغیرہ بھی لکھ دینا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ مہران نے اس کی مسکراہٹ کو اس کا خلوص سمجھا تھا۔ وہ گرلز کامن روم کی طرف بڑھ گئی اور مہران پانی کے کولر کے پاس آگیا۔ جامعہ پنجاب کا IER (انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ) اسے وسعت کے اعتبار سے بہت پسند آیا تھا۔ نیو کیمپس کامین ڈیپارٹمنٹ ہونے کی وجہ سے یہاں دوسرے ڈیپارٹمنٹس کے طلباء وطالبات کا کافی ہجوم رہتا تھا۔

"مولانا صاحب! خیریت سے ہیں آپ؟ کدھر ہیں' لفٹ ہی نہیں کرواتے آپ تو۔"

شاہد نے قریب آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ وہ بھی اس کا کلاس فیلو تھا۔ مہران کو دل ہی دل میں کچھ بے چینی محسوس ہوئی۔ اسے احساس کمتری کے غلبے نے پھر گھیراؤ میں لے لیا۔ وہ بے وقوف یا احمق نہیں تھا مگر سادہ لوح ضرور تھا۔ اسے لوگوں کی آنکھوں میں چھپے تمسخر سے ڈر لگتا تھا' تب ہی وہ ہر ایک کے ساتھ مہربانی سے پیش آنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ شاہد کے طنزیہ انداز میں "مولانا صاحب" کہنے پر چڑ گیا تھا مگر پھر بھی مسکرا کر بات کرنا اس کی مجبوری تھی۔

"ارے نہیں شاہد بھائی! ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے بجھی بجھی سی ہنسی کے ساتھ کہا تھا۔

"یہ تربیلا ڈیم تمہارے پاس کیا کر رہی تھی؟"

اس نے دور جاتی راحیلہ کی پشت کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ مہران نے استفہامیہ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ حالانکہ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ راحیلہ کا مذاق اڑا رہا ہے۔ راحیلہ کا قد کافی لمبا تھا جس کی وجہ سے شاہد اور سلیم وغیرہ اسے "تربیلا ڈیم" کہتے تھے۔

"ارے اس راحیلہ کی بات کر رہا ہوں۔ یہ سب فرینڈز بہت چالاک لڑکیاں ہیں' ان سے ذرا بچ کر رہنا۔"

اس نے مہران کے ہاتھ میں پکڑا پانی سے لبالب بھرا گلاس پکڑا اور غٹاغٹ پانی پینے لگا پھر گلاس خالی کر کے دوبارہ سے مہران کے ہاتھ میں دے کر کھوجنے والے انداز میں اسے دیکھ کر بولا۔

"مجھے یقین ہے' اس نے اپنی اسائنمنٹ تمہیں دے دی ہوگی اور کوئی پرفیکٹ سا بہانا گھڑا ہوگا کہ وہ کن وجوہات کی بنا پر اسائنمنٹ مکمل نہیں کر پائی اور اب تمہیں یہ ذمہ داری سونپ گئی ہوگی کہ اس کی اسائنمنٹ مکمل کر کے Submit کروادینا۔"

مہران بے تحاشا چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ اس نے اگر اندازہ لگایا تھا' تب بھی وہ داد کا مستحق تھا کہ اس کا اندازہ بالکل درست تھا مگر وہی سادگی جس کی بنا پر مہران نے راحیلہ سے اسائنمنٹ پکڑ لی تھی۔ اب اسے شاہد کے سامنے یہ اعتراف کرنے سے روک رہی تھی کہ راحیلہ سچ مچ اسے اپنا اسائنمنٹ دے گئی ہے۔

"نہیں یار! ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ تو مجھ سے میرے اسائنمنٹ کے متعلق ڈسکس کر رہی تھی۔ اچھی لڑکی ہے راحیلہ۔"

"تم بہت فیور کر رہے ہو اس کی' خیریت تو ہے نا؟"

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ مہران جھینپ گیا۔

"ویسے راحیلہ انگیجڈ ہے۔۔۔"

"او بھائی! تم تو سنجیدہ ہوگئے' ایسی کوئی بات نہیں۔"

مہران نے اس کی بات کاٹ کر نیم سنجیدگی سے کہا۔ اسے شاہد کی بے تکلفی پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ کس قدر سکون سے ایک لڑکی کی ذات کو گفتگو کا موضوع بنائے ہوئے تھا۔ مہران نے جلدی سے اس کی طرف سے رخ موڑا اور دوبارہ سے پانی کا گلاس بھرنے لگا اور پھر پانی پینے تک اس نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا شاہد کو فی الحال اس سے مخاطب ہونے کا زیادہ موقع ملے۔

کلاس میں شاہد اور اس کے دوستوں کا بہت ہولڈ تھا

کیونکہ شاہد سی آر بھی تھا اور پھر چرب زبان ہونے کی وجہ سے وہ اساتذہ کا بھی پسندیدہ تھا اسی لیے مہران شاہد سے زیادہ پنگا لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اگلی کلاس میڈم ممتاز کی تھی جو آج غیر حاضر تھیں۔ مہران کا اپنا اسائنمنٹ مکمل تھا مگر صبح آتے ہوئے وہ اپنا اسا رنگ بائنڈنگ کے لیے دے آیا تھا۔ اب کلاس نہیں تھی تو اس نے سوچا اسائنمنٹ بھی لے آئے اور لائبریری میں بیٹھ کر راحیلہ کی اسائنمنٹ بھی مکمل کرلے۔ وہ لائبریری کی سمت چل پڑا۔

"اچھا تو راحیلہ انگیجڈ ہے۔" اس نے سوچا اور پھر خود ہی حیران ہوا کہ وہ یہ سب کیوں سوچ رہا ہے۔ اس کا راحیلہ سے تعلق ہی کیا تھا۔ وہ اس کی کلاس فیلو تھی۔ انسانی ہمدردی کی بنا پر وہ اس کا اسائنمنٹ مکمل کرکے دینا چاہتا تھا پھر اسے کشمالہ کا خیال آیا۔ اس نے کشمالہ کا اسائنمنٹ بناتے ہوئے بھی "انسانی ہمدردی" کے اسی فارمولے کو ذہن میں رکھا تھا۔

اس نے کوریڈور سے نکل کر لان میں داخل ہوتے ہوئے کشمالہ، فوزیہ اور راحیلہ وغیرہ کو کھڑے دیکھا۔ شاہد اور سلیم بھی ان کے پاس کھڑے تھے۔ کسی نے بھی اسے مخاطب کرنے یا اس کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ اسے امید تھی کہ کشمالہ اسے شکریہ کہنے کے لیے اس کی طرف ضرور آئے گی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ لان ختم ہوا، دوبارہ سے کوریڈور شروع ہوا اور پھر دوسرے ڈپارٹمنٹس شروع ہوگئے۔ وہ واک کرتا ہوا لائبریری کی سمت آگیا۔

صبح کا وقت تھا اور لائبریری کی وسیع و عریض عمارت کے اردگرد انتہائی سناٹا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری دنیا کی سب سے بڑی لائبریری ہونے کے باوجود انتہائی بدقسمت ہے۔ یہاں کتابوں کا قیمتی ذخیرہ موجود ہونے کے باوجود استفادہ کرنے کے لیے کوئی نہیں آتا۔ مہران اس صورت حال پر کڑھتے ہوئے پہلی منزل کی طرف آگیا۔ ابھی وہ موزوں میز کا انتخاب کررہا تھا، جہاں بیٹھ کر لکھنے کا کام ختم کرسکے کہ کڑچ کڑچ کی آوازوں نے اسے متوجہ کیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، کتابوں کے ریک کے بالکل ساتھ والی میز پر خدیجۃ الکبریٰ براجمان تھی۔ اس کے سامنے ایک شاپنگ بیگ کھلا پڑا تھا جس میں ہاتھ ڈال کر وہ کچھ نکالتی اور منہ میں رکھ لیتی۔ کڑچ کڑچ کی آوازیں اس کے منہ سے آرہی تھیں جبکہ سیدھے ہاتھ سے وہ کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ مہران اسے مخاطب کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا مگر اس نے شاید مہران کی نظروں سے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"کڑچ کڑچ السلام علیکم۔" خدیجہ نے مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا تھا اور ساتھ ہی منہ میں رکھی ہوئی چیز چبائی تھی۔

"وعلیکم السلام جی! خیریت سے ہیں آپ؟"

مہران کو جواب دینا پڑا اور خیریت بھی معلوم کرنا پڑی۔

"مونگ پھلی کھاؤ گے؟" اس نے آفر دی۔ مہران مسکرا کر ٹالنا چاہتا تھا مگر خدیجہ نے فوراً میز پر رکھا وہ لفافہ اس کے آگے کردیا۔ چار و ناچار مہران آگے ہوکر اس لفافہ سے کچھ مونگ پھلیاں اٹھالیں۔

"کیا کررہی ہیں، اسائنمنٹ مکمل نہیں ہوئی ابھی۔" اس نے خدیجہ کے روانی سے چلتے ہاتھوں کی جانب دیکھا۔ اس کی ہینڈ رائٹنگ بے حد خوبصورت تھی۔ مہران کو کوفت تھی ہوئی کہ ہر لڑکی ہی ادھوری اسائنمنٹ لیے پھر رہی ہے جبکہ وہ اپنا کام دو دن پہلے ہی ختم کرچکا تھا۔

"یہ میرا اسائنمنٹ نہیں ہے۔ میں نے اپنا کام بہت دن پہلے ختم کرلیا تھا۔ یہ شاہد کا اسائنمنٹ ہے۔ وہ بیچارا اپنے ابو کی بیماری کی وجہ سے یہ اسائنمنٹ مکمل نہیں کرسکا تھا، اس لیے اس نے مجھ سے درخواست کی تھی۔ Texanomy کوئی مشکل ٹاپک تو نہیں اور پھر میں فارغ ہی تھی، اس لیے میں نے سوچا کہ میں یہ اسائنمنٹ بنادیتی ہوں۔" وہ لکھتے ہوئے تفصیل بھی بتارہی تھی۔

"شاہد کی۔۔۔؟ شاہد باجوہ کی بات کررہی ہو؟" مہران نے نخوت سے پوچھا۔

"ہاں جی۔" اس نے دو لفظوں میں جواب دے کر بات ختم کردی۔ مہران کو حد درجہ غصہ آیا۔ شاہد ابھی ڈیپارٹمنٹ میں لڑکیوں کے گروپ میں ہیرو بن کر کھڑا تھا اور اس سے چند لمحے پہلے وہ راحیلہ کی ذات کے بخیے ادھیڑ رہا تھا اور اب یہ خدیجہ بتا رہی تھی کہ اس کے ابو بیمار ہیں جبکہ راحیلہ بیچاری نے اس کو اسائنمنٹ مکمل کرنے کے لیے دے دی تو شاہد باجوہ کو یہ بات بری لگ رہی تھی۔

"مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنا تھی۔" خدیجہ نے فائل اور کاغذ سے نظریں اٹھائے بغیر کہا تھا۔ مہران اب کسی بھلائی کے موڈ میں نہیں تھا' اس لیے فوراً بولا۔

"میں بہت مصروف ہوں' مجھے ابھی رنگ بائنڈنگ والے کے پاس بھی جانا ہے۔"

خدیجہ نے سر اٹھا کر عجلت بھرے انداز میں اس کی جانب دیکھا پھر دوبارہ سے قلم چلاتے ہوئے بولی۔

"صرف دو مزید لائنیں لکھنی ہیں..... دراصل یہ بکیں (کتابیں) میں بک بینک سے لائی ہوں اور واپس بھی کرنی ہیں تو دیر ہو رہی ہے۔ اسائنمنٹ مکمل کرنا بھی ضروری ہے نا..... شاہد بیچارے کے ابو بہت بیمار ہیں....."

اس نے سارا زور لفظ "بیچارے" پر لگا کر کہا تھا۔ مہران چڑ گیا۔ دل چاہا "شاہد بیچارے" کا پول کھول دے مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو رہا۔

خدیجہ نے اسائنمنٹ مکمل کی' پین کا ڈھکن لگا کر اسے میز پر رکھا اور پھر سارے لکھے ہوئے صفحات کی ترتیب درست کرنے لگی۔ مہران کو نجانے کیوں محسوس ہوا کہ وہ جان بوجھ کر اس کا وقت برباد کر رہی ہے۔

"میں نے آپ کی امانت لوٹانی ہے۔" صفحات کو فائل میں رکھتے ہوئے' وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔ اس کی عینک پھسل کر ناک کی نوک پر آچکی تھی جبکہ چادر سر سے پھسل کر گردن پر تھی۔ خدیجہ نے بائیں ہاتھ سے چادر درست کی اور دائیں ہاتھ سے عینک پھر اپنا تھیلا نما بیگ کھول کر اس میں ہاتھ مارنے لگی۔ بالآخر ایک بوسیدہ سا بھورے رنگ کا والٹ اس زنبیل سے برآمد ہو گیا۔ اس نے والٹ کھول کر اس میں سے روپے نکالے پھر انہیں گننے لگی۔ مہران حیرانی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پچاس' دس اور پانچ سو روپے کا ایک نوٹ اور کچھ سکے بھی تھے۔ اس نے سارے نوٹ دوبارہ سے والٹ میں رکھے پھر سکے گننے لگی اور آخر کار اس نے پانچ سکے الگ کر کے مہران کی جانب بڑھائے۔

"یہ آپ کے روپے۔"

مہران کو دھچکا لگا۔ پانچ روپے کی آج کے زمانے میں اہمیت ہی کیا ہے اور اس نے یہ پیسے اس غرض سے نہیں دیے تھے کہ ایک دن بعد واپس بھی لے گا۔

"میرے پیسے.....؟" اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں جی..... یہ میں نے کل آپ سے لیے تھے نا..... دراصل کل میرے پاس پیسے نہیں تھے..... مجھے وین کا کرایہ دینا تھا' اس لیے مجھے آپ سے ادھار لینا پڑے۔" وہ عام سے انداز میں وضاحت کر رہی تھی۔ مہران کو اس کی وضاحت سے کوئی غرض نہیں تھی۔ فقط اسے یہ برا لگ رہا تھا کہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ اسے اتنا گیا گزرا سمجھتی ہیں کہ ایک پانچ روپے لوٹانے آگئیں۔

"یہ میں نہیں لوں گا خدیجہ! ہم کلاس فیلوز ہیں۔ کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ میں آپ سے یہ پیسے واپس لوں۔ میں یہ نہیں لوں گا اور براہِ مہربانی یہ پیسے آپ اپنے پاس ہی رکھیے۔"

اس نے سخت لہجے میں کہا۔ خدیجہ نے حیرانی اور ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔ بات اتنی بڑی نہیں تھی' جتنی بڑی وہ بنا رہا تھا۔ اس کے ساتھ بھی عجیب ہی مسئلہ تھا۔ اس کے اندر نجانے کیوں یہ احساس پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ چونکہ اس کا تعلق ایک قصبہ نما شہر سے ہے' اس لیے اس کے کلاس فیلوز اس کے ساتھ سوتیلوں والا سلوک کرتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی مہران آگے بڑھ گیا۔ خدیجہ نے اسے دوبارہ پکارنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کو لائبریری میں مزید گھنٹہ لگ گیا۔ راحیلہ کے اسائنمنٹ میں بہت سے نکات کی وضاحت ہونا باقی تھی۔ اس کی نوک پلک سنوار کر وہ دوبارہ ڈیپارٹمنٹ پہنچا تو ابھی شاہد اور راحیلہ وغیرہ اکٹھے کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

اسے ایک دفعہ پھر غصہ آیا۔ "اگر میں فری کلاس میں لائبریری جاکر اسائنمنٹ بنا سکتا تھا تو راحیلہ بھی بنا سکتی تھی مگر اسے لفنگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر لطیفے سنانے تھے اور یہ کام شاید زیادہ ضروری تھا۔"

اس نے کڑھ کر سوچا اور پھر ان کے گروپ کی طرف بڑھ گیا کہ بہرحال تیار کیا ہوا اسائنمنٹ اسے دینا تو تھا۔

"راحیلہ! یہ تمہاری اسائنمنٹ۔"

اس نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ راحیلہ نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے صفحات کا وہ پلندہ لیا اور بولی۔

"ارے ہاں' یہ تمہارے پاس رہ گیا تھا۔ مجھے یاد ہی نہیں آرہا تھا کہ مجھ سے کون مانگ کر لے گیا تھا... تم نے کچھ پوائنٹس نقل کرنے تھے نا... ہے نا۔"

وہ اس کی جانب تصدیق چاہنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مہران نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا پھر اس کے ساتھ کھڑے اس کے دوستوں کو اور تھک کر سر جھکا کر بولا۔

"ہاں جی!"

☼ ☼ ☼

حویلی لکھا سے لاہور تک کا سفر ہے ہی کتنا...؟ ڈھائی سے تین گھنٹے میں کوئی بھی شخص بآسانی یہ سفر طے کر سکتا ہے مگر مہران کے لیے یہ سفر اس قدر آسان نہیں تھا۔ اس کے لیے یہ ایک پودے کو اس کی جڑ سے اکھاڑ کر دوسری زمین میں لگانے کے برابر تھا۔ والدین کے انتقال کے بعد اس کی خالہ نے اسے پالا اور بس پالا ہی پالا تھا یعنی اس پالنے میں دو وقت سوکھی روٹی دینا اور ہر چار پانچ سال بعد دو جوڑے کپڑے بنا دینا شامل تھا۔ رہی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری تو خالہ کو بھلا اپنے آٹھ بچوں سے فرصت ہی کب تھی کہ وہ نور مہران علی کو دیکھ پاتیں۔ خالو اسکول ماسٹر تھے مگر انہیں بھی پڑھانے لکھانے سے زیادہ کھانے پینے میں دلچسپی تھی۔ ایسے میں مہران کی دیکھ بھال کون کرتا۔ زندگی کے دس سال اس نے بس "بابا" اور "بابابا" کر کے گزار دیے۔ خالہ کا کوئی بچہ پہاڑے یاد کرتا اس کے کانوں میں آواز پڑ جاتی تو وہ بھی "اک دونی دونی" اور "دو دونی چار" کا راگ الاپ لیتا۔ کوئی گھر میں چھوٹا موٹا انگلش کا لفظ بول لیتا یا کسی ٹی وی ڈرامے سے کان میں کوئی آواز پڑ جاتی تو وہ اس کا مفہوم سمجھے بغیر اسے ذہن نشین کرنے کی کوشش ضرور کرتا کہ اللہ نے ذہن اچھا دے رکھا تھا مگر فقط ذہن اچھا ہونے سے قسمتیں اچھی نہیں ہوا کرتیں۔ رب کی مہربانی نہ ہو تو زرخیز زمینوں پر بھی پھل اگنے سے رہ جاتا ہے' سو مہران کے ساتھ دس سال تک یہی ہوتا رہا۔

ان دس سالوں میں اس نے خالہ کے جوتے کھائے بھی اور سیدھے بھی کیے پھر خالو کے ایک جاننے والے کو ملازم لڑکے کی ضرورت پڑی۔ یوں مہران' حشمت صاحب کے یہاں ملازم ہو گیا۔ نظر کرم کی بات ہے' کبھی بھی کسی پر بھی ہو سکتی ہے۔ حشمت صاحب خدا ترس انسان تھے' انہیں اپنے بیٹے کے چھوٹے موٹے کاموں کو سرانجام دینے کے لیے ایک صاف ستھرے لڑکے کی ضرورت تھی' انہیں مہران کے طور طریقے پسند آئے۔ حد سے زیادہ حساس بچہ تھا اور اسی حساب سے محبت اور خیال کرنے والا بھی۔

ٹیوٹر رضا حشمت کو پڑھانے آتا تھا جو ابھی فرسٹ اسٹینڈرڈ میں تھا۔ مہران اس کے پاس بیٹھا رہتا اور رضا کو پڑھائے جانے والا کام خود ذہن نشین کرتا رہتا۔ اس کا شوق و لگن دیکھ کر ٹیوٹر کو اس کو پڑھانے کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی۔

اللہ مہربان تھا اس پر' یوں وسیلہ بنتا چلا گیا۔ اس نے انیس سال کی عمر میں میٹرک پاس کیا تھا۔ حشمت

صاحب اسے کوئی تنخواہ نہیں دیتے تھے مگر اس کے کپڑے اور کھانے کی ذمہ داری ان ہی کی تھی۔ ٹیوٹر اور امتحان کی فیس بھی وہی ادا کر دیتے۔ اگلے تین سالوں میں اس نے نہ صرف ایف اے کر لیا بلکہ بی اے کی بھی کافی حد تک تیاری کر لی مگر حشمت صاحب کو کینیڈا کا ویزا ملا تو پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا کہ مصداق اسے دوبارہ خالہ 'خالو کے یہاں آنا پڑا مگر اب وہ سمجھ دار تھا' اسے اپنا بھلا برا سب سمجھ میں آتا تھا۔ اسے خالہ 'خالو کی زیادتیاں بھی یاد تھیں مگر اس نے کئی سال "خادم" ٹائپ ملازمت میں گزارے تھے۔ اسے "ہاں جی" کی افادیت پتا تھی۔ وہ جانتا تھا کہ خالہ 'خالو کے گھر کچھ مزید عرصہ رہنا ہے تو سر جھکا کر عاجزی و انکساری کو اپنا کر رہنا ہو گا۔ سو اس نے خالہ کے گھر بھی خود کو گھر کا فرد سمجھنے کے بجائے ملازم ہی سمجھا۔ ہر ایک کی بات پر سر جھکانا' ہر ایک کے حکم پر لبیک کہنا اس کی عادت بن گئی۔

"تمہارا نام عمران علی کے بجائے محمد خادم ہونا چاہیے تھا۔"

خالہ کا بڑا بیٹا سبحان اکثر اس کا مذاق اڑاتا مگر وہ ہنس کر ٹال دیتا۔ وہ اس صورت حال سے خوش نہیں تھا' فقط برداشت کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کی پرواز اونچی ہو گی مگر اڑان بھرنے کے لیے اسے جس قدر توانائی کی ضرورت تھی' وہ ابھی اس کے پاس موجود نہیں تھی۔

اس نے خالہ کے گھر رہ کر بی اے کا امتحان دیا اور بہت اچھی ڈویژن کے ساتھ پاس بھی کیا۔ حالات انسان کو کامیاب نہیں کرتے' ہمت انسان کو کامیاب کرتی ہے۔ اس کے پاس ہمت تھی اور سیکھنے کی لگن بھی۔

اس نے ایم اے پولیٹیکل سائنس کیا' علامہ اقبال یونیورسٹی سے بی ایڈ کیا' اس چھوٹے سے شہر میں جو دو ایک شارٹ کورس ہوتے تھے' وہ بھی کیے۔ ٹیوشنز پڑھائیں' بڑی دکانوں پر "چھوٹا" بن کر کام کیا۔ جائز روپے کے حصول کے لیے جو ملازمت ملی' وہ کی۔ جس روز اسے ایم اے کی ڈگری ملی' اس روز اسے لگا کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ اس نے بہت محنت اور مشقت سے یہ ڈگری حاصل کی تھی۔ اس کا حق تھا کہ اسے اس کی محنت کا صلہ دیا جاتا۔ اس کے عزم و استقلال کو پہلا دھچکا تب لگا جب ڈگری کالج والوں نے شکریہ کے ساتھ اس کا سی وی واپس کیا۔

"ملازمت کوئی مٹھائی کی ڈلی نہیں جو ہم آپ کو پلیٹ میں رکھ کر دے دیں اور پھر آپ کے سی وی میں ایسی کوئی چونکا دینے والی بات بھی نہیں۔ ایڈہاک کی بنیاد پر بھی ملازمت لوٹ سیل پر تو نہیں مل رہی۔ آپ تو میرے سامنے اتنا گھبرا کر بول رہے ہیں' سٹرائکی کی کلاس کو کیسے کنٹرول کریں گے۔"

کالج کے پرنسپل نے لہجے کو انتہائی مہذب رکھتے ہوئے الفاظ کے پتھر اسے مارے تھے۔ اس کے بعد ہیومن ریسیورسز والوں کی طرف سے کسی نے ایک جاب کے بارے میں اسے بتایا مگر وہاں اس کا حلیہ دیکھ کر ہی صاف انکار کر دیا گیا۔ تین سے پانچ ہزار کی جاب بھی اس کے لیے ایک انتہائی مشکل ٹارگٹ ثابت ہوا تھا۔ اتنی محنت کر کے دو ہزار کی ٹیوشن پہ اکتفا کر لینا اسے منظور نہیں تھا اور اس کی پسند کی ملازمت مل جانا شاید فی الحال قسمت کو منظور نہیں تھا۔ اس نے بھی ملازمت کے حصول کے لیے خوب دھکے کھائے پھر ڈی سی او صاحب کی مہربانی سے اسے ایک ہائی اسکول میں ملازمت مل گئی۔

یہ ملازمت اگرچہ اس معیار کی نہیں تھی جس کی اسے خواہش تھی مگر پھر بھی اس کے حالات کسی قدر بہتر ہونے لگے۔ شام کو وہ ڈی سی او صاحب کے دو بچوں کو ٹیوشن پڑھاتا تھا۔ حویلی لکھا سے لاہور شفٹ ہونے کا مشورہ بھی اسے انہوں نے ہی دیا تھا۔ ان کے کہنے پر وہ یہاں آیا تھا۔ ایم ایڈ اس لیے کر رہا تھا کہ سی ایس ایس میں ناکامی بھی ہو سکتی تھی اور سی ایس ایس اس لیے کرنا تھا کہ اسے خود کو منوانا تھا' اپنا وجود ثابت کرنا تھا۔ لاہور شہر میں اسے ایڈجسٹ ہونے میں دشواری ہوئی تھی اور ایڈجسٹ ہو جانے کے بعد یہ دشواری بڑھ گئی۔ وہ ذہن میں ایک معیار بنا کر آیا تھا۔

اس نے ساری زندگی پرائیویٹ طالب علم کی حیثیت سے پڑھا تھا۔ اس میں اعتماد کی کمی تھی۔ وہ اچھی گفتگو کرنے کے فن سے نا آشنا تھا۔ اس کے ساتھی طلباء اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کہنے کو وہ اعلا تعلیم یافتہ تھا مگر اعتماد کی کمی اور کمزور شخصیت کی خامیاں اس پر اس قدر حاوی تھیں کہ وہ ناکام دکھائی دیتا تھا۔

لاہور میں آکر اسے تیسرے درجے کے انگلش میڈیم اسکول میں چار ہزار روپے ماہوار کی ملازمت ملی تھی۔ اسکول چونکہ ایوننگ شفٹ میں تھا' اس لیے اس کے لیے مسئلہ پیدا نہیں ہوا تھا مگر ایک مسئلہ جو شاید اس کا سب سے بڑا مسئلہ تھا' وہ ہنوز باقی تھا۔ وہ اپنی منزل سے تاحال دور تھا۔

☼ ☼ ☼

"مہران! تم کس قدر فضول انسان ہو۔ مجھے تم سے اس قدر گھٹیا حرکت کی امید نہیں تھی۔"

کشمالہ نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا تھا۔ پہلی کلاس تھی اور ابھی چند ایک لوگوں کے سوا کلاس روم میں کوئی موجود نہیں تھا۔ مہران جب داخل ہوا تو کشمالہ بھی موجود نہیں تھی۔ وہ اس کے داخل ہونے کے چند لمحوں بعد آئی تھی اور آتے ہی برس پڑی تھی۔ مہران نے حیرت سے اپنی داڑھی میں انگلیاں چلائیں۔ اسے کشمالہ کے "شکریہ" کا انتظار تھا مگر وہ غصہ کر رہی تھی۔

"ایک ناکارہ اسائنمنٹ ہی تھی نا... اگر تم نے بنا ہی دی تھی تو احسان جتانے کی کیا ضرورت تھی اور پھر میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بنا کر دو۔ میں نے تو صرف تم سے ضروری مواد مانگا تھا مگر تم نے خود ہی بتیسی نکال کر کہا کہ میں بنا دوں گا۔ اب اس میں میری تو کوئی غلطی نہیں تھی۔"

وہ آگ بگولا ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس کی اونچی آواز سن کر شاہد اور عظیم بھی ان کی طرف آگئے۔

"کیا ہوا مس کشمالہ! کوئی غلطی ہو گئی۔"

شاہد نے مہران کو گھورتے ہوئے کشمالہ سے پوچھا جبکہ مہران ابھی بھی ہکا بکا کھڑا تھا۔ اس کے منہ سے الفاظ ہی نہیں نکل رہے تھے۔

"آپ درمیان میں مت بولیں... یہ ہم دونوں کا معاملہ ہے۔" کشمالہ نے اسے بھی گھرکا جبکہ عظیم نے ہنکارا بھرا تھا۔

"ہم دونوں کا معاملہ...؟ ارے ہم مر گئے تھے کیا جو آپ جیسی حسینہ نے مولوی سے معاملہ طے کر لیا۔" عظیم نے بہت دھیمی آواز میں پھبتی کسی تھی۔ کشمالہ تک آواز نہیں پہنچی تھی مگر مہران نے بخوبی سن اور سمجھ لیا تھا۔ اسے دکھ ہوا۔ عظیم عرف جمی کو تو وہ اپنا دوست سمجھ رہا تھا۔ شاہد معاملہ کی نزاکت بھانپ کر عظیم کا بازو پکڑے کلاس روم سے باہر نکل گیا تھا۔

"آپ کس بات پر اتنا غصہ ہو رہی ہیں... اسائنمنٹ ٹھیک نہیں تھی کیا؟" اس نے دھیمے لہجے میں ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"اسائنمنٹ ٹھیک تھی جناب! مگر آپ کو ضرورت کیا تھی راحیلہ کے ہاتھ میں دینے کی... اس نے باقی سب لڑکیوں کو دکھا کر خاص طور سے یہ بتایا کہ کشمالہ کی اسائنمنٹ مہران نے بنا کر دی ہے... میری کتنی بے عزتی ہوئی اس بات سے... میں ایسی لڑکی نہیں ہوں... میں بہت شریف لڑکی ہوں... میں اس قسم کے اسکینڈل افورڈ نہیں کر سکتی۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

وہ اب کی بار دھیمے لہجے میں بولی۔ شکل پر معصومیت بھی طاری کر لی۔

"اسکینڈل...؟ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جی... آپ موجود نہیں تھیں تو میں نے اسائنمنٹ آپ کی سہیلی کو دے دی تاکہ وہ آپ تک پہنچا دے اور..."

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ بھلا اب یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ راحیلہ کے اسائنمنٹ پر بھی اس نے کافی کام کیا تھا۔

"بہرحال... مجھے بہت افسوس ہوا... میں نے تو آپ کو بھائی سمجھ کر ایک کام کہہ دیا تھا' ورنہ میں ایسی

لڑکی نہیں ہوں..... آپ جس سے مرضی پوچھ لیں' کلاس میں اتنے لڑکے ہیں مگر میں کسی سے بات نہیں کرتی۔"

اس کے مصنوعی بھول پن سے کہنے پر مہران کا سر مزید جھک گیا مگر شرمندگی سے نہیں' تاسف سے۔

"یہ ایسی ویسی لڑکی کیا ہوتی ہے کشمالہ بی بی!"

اس نے دل میں سوچا۔ اس کا انتہائی چست لباس' گردن کے قریب قریب لٹکتا دوپٹہ' چہرے پر میک اپ کا بے دریغ استعمال چیخ چیخ کر اعلان کر رہا تھا کہ مجھے دیکھو' بار بار دیکھو۔ وہ سر اس لیے جھکائے ہوئے تھا کہ کشمالہ کی شرٹ کا گریبان بہت کھلا تھا۔

"کلاس میں اتنے لڑکے ہیں مگر میں کسی سے بات نہیں کرتی۔" اس کا جملہ مہران کے ذہن میں گونجا۔

"یہ لڑکی' لڑکوں سے بات نہیں کرتی مگر ان کی آنکھوں کو گناہِ بالذّت پہنچانے کے لیے اس قدر بھرپور اہتمام سے تیار ہو کر آتی ہے۔"

اس نے سوچا تھا اور پھر خود کو ملامت کی تھی۔ اس کی ذہنیت اس قدر سستی اور گھٹیا نہیں تھی کہ وہ عورت ذات کے لیے اس طرح کی باتیں سوچتا مگر کشمالہ کی باتوں سے اسے دکھ پہنچا تھا۔ ان کے دوغلے پن نے مہران کو حیران کیا تھا۔ وہ اس کی نظروں کے سامنے کل شاہد اور کچھ دوسرے لڑکوں سے کتنا فرینک ہو کر بات کر رہی تھی۔ وہ بک جھک کر باہر کی سمت چلی گئی تھی۔ مہران دوبارہ سے اپنی نشست پر آ کر بیٹھ گیا۔

کلاس میں دو ایک لڑکیاں بھی بیٹھی تھیں مگر انہوں نے مہران اور کشمالہ کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تھی نہ ان کی گفتگو میں دخل دینے کی۔ ان میں سے ایک تو خدیجۃ الکبریٰ تھی' دوسری کا نام اسے نہیں معلوم تھا۔ اسے فی الحال کسی چیز سے کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اسائنمنٹ بنا کر دینا غلط نہیں تھا' سب کے سامنے دینا غلط تھا۔

"اگر یہ سب لوگ صحیح ہیں تو میں غلط ہوں اور اگر یہ سب لوگ غلط ہیں تو پھر میں صحیح ہوں۔" اس نے پشیمانی میں گھر کر سوچا۔ کشمالہ کی باتیں سارا وقت اس کے ذہن میں گونجتی رہی تھیں۔

اس کے بعد سارا وقت اس کا مزاج خوشگوار نہ ہو سکا۔ کمرے کی دیواریں' دیوار پر لگا وال کلاک' روسٹرم' وائٹ بورڈ' مارکر ہر چیز اسے خود پر ہنستی ہوئی محسوس ہوتی رہی اور اپنا وجود ناکارہ لگتا رہا۔ کلاسز ختم ہو جانے کے بعد اس کا ارادہ نہیں تھا کہ وہ مزید یہاں ٹھہرے مگر اسٹاپ کی طرف جاتے ہوئے اسے کسی نے پکارا۔

"ایکسکیوزمی! آپ کے پاس لائبریری کارڈ ہوگا مہران!"

نسوانی آواز سن کر اس کا جی چاہا' یہاں سے بھاگ جائے مگر انسان اتنے آرام سے وہ سب کب کر پاتا ہے جو اس کا جی چاہ رہا ہوتا ہے۔ اس نے والٹ نکال کر لائبریری کارڈ نکالا اور اس لڑکی کے ہاتھ میں دے دیا جو اس سے کارڈ مانگ رہی تھی۔ وہ اس لڑکی کا نام تک نہیں جانتا تھا۔

"معاف کیجئے گا' ویسے آپ کافی احمق ہیں۔" اس لڑکی نے سادہ سے لہجے میں کہا پھر ہاتھ میں پکڑی فائل کو دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے بولی۔

"آپ میرا نام بھی نہیں جانتے مگر آپ نے نہایت خندہ پیشانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لائبریری کارڈ مجھے تھما دیا۔ میں اگر چاہوں تو آپ کا کارڈ استعمال کرتے ہوئے کوئی بھی بک ایشو کروالوں اور اسے واپس نہ کروں تو آپ کیا کر لیں گے' سوائے سر پیٹنے کے آپ کچھ اور نہیں کر پائیں گے۔"

اس لڑکی کا لہجہ انتہائی ملائم اور انداز بے حد سادہ تھا۔ مہران کو اس کی بات میں بہت وزن محسوس ہوا اور اپنی لاپروائی پر پچھتاوا بھی۔

"مہران صاحب! ایک گُر کی بات بتاؤں آپ کو....." اس نے اتنا کہہ کر لمحہ بھر توقف کیا پھر بولی۔

"نیکی کر کے دریا میں ڈالنا اچھی بات ہے مگر نیکی کرنے کے لیے خود کو دریا میں ڈال دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ یعنی بھلائی ضرور کیجیے مگر وہاں جہاں بھلائی

کی ضرورت ہو۔ مجھے امید ہے آپ کو میری بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔۔۔ آیئے اب ذرا میرے ساتھ لائبریری تک چلیے۔ میں مطلوبہ کتاب ایشو کروا کر کارڈ آپ کو واپس کردوں گی اور دو دن بعد جب کتاب واپس کرنی ہوگی تو آپ سے کارڈ لوں گی اور کتاب واپس کراؤں گی۔ عقل کے اندھوں کی طرح ہر ایک کے ساتھ اچھائی کرنے والے لوگ اندھی کھائی میں گر جایا کرتے ہیں۔"

اس کا انداز بیاں کس قدر خوبصورت تھا۔ مہران کے دل پر کشمالہ کے انداز نے جو زخم لگایا تھا' وہ اس لڑکی کے انداز سے فوراً" مندمل ہوگیا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"آپ کو شاید میری بات اچھی نہیں لگی۔" اس لڑکی نے مہران کے چہرے سے کچھ کھوجنا چاہا۔

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"میرا نام رفعت آرا ہے۔ میں آپ کی کلاس فیلو ہوں' یہ بات تو آپ اچھی طرح سے جانتے ہوں گے۔ مجھے نصیحتیں کرنے کا شوق نہیں ہے مگر آپ کا بونگا پن دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ آپ کو کوئی نصیحت کروں۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ مہران اس کی بات سن کر مسکرایا۔ وہ لڑکی تھی مگر بات بزرگوں کی طرح کررہی تھی۔

"تمہارے اردگرد صرف بری چیزیں نہیں ہوتیں۔۔۔ اچھی بھی ہوتی ہیں مگر بدقسمتی سے بری چیزیں اپنی چمک دمک کی وجہ سے توجہ جلدی حاصل کرلیتی ہیں۔ کوئی انسان آنکھیں بند کرکے چل رہا ہو اور کسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے تو اس کی سزا پتھر کو تو نہیں دی جاسکتی یہ غلطی تو اس احمق انسان کی تھی جو آنکھیں بند کرکے چل رہا تھا۔"

اس لڑکی نے پھر توقف کیا۔ مہران کو اس کی گفتگو میں بے حد دلچسپی محسوس ہورہی تھی۔

"یہ جامعہ پنجاب ہے' یہاں ہر طرح کے لوگ ہیں۔ کشمالہ' راحیلہ' شاہد اور جمی جیسی کالی بھیڑیں بھی ہیں مگر ان سے ہٹ کر دیکھیں تو حفیظ الرحمن' غفار' عرفان' طاہرہ' فرح اور سمیرا جیسے لوگ بھی ہیں جو اپنی ڈیلنگ میں انتہائی اسٹریٹ فارورڈ ہیں جو اپنے کام سے کام رکھتے ہیں جو کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیتے مگر افسوس آپ کا واسطہ ابھی تک جن لوگوں سے زیادہ پڑا ہے' انہیں کالی بھیڑیں ہی کہا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگ زندگی کے کسی معاملے میں سنجیدہ نہیں ہوتے اور۔۔۔" اس نے رک کر پلٹ کر دیکھا۔

"رفعت۔۔۔ رفعت۔۔۔ رکو تو سہی۔" خدیجہ اسے پکارتی چلی آرہی تھی۔ وہ دونوں رک گئے تاکہ خدیجہ ان تک پہنچ سکے۔

"کہاں جارہی ہو۔۔۔ میں کب سے تمہیں آوازیں دے رہی تھی۔" وہ قریب پہنچ کر بولی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا اور چادر سر سے پھسل کر گردن تک پہنچ گئی تھی۔

"ہاں' میں ذرا لائبریری تک جارہی ہوں۔ ایک کتاب ایشو کروانی ہے پھر واپس چلتے ہیں۔"

اس نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہا۔

"تم کیسے ہو مہران؟" اس نے چادر درست کی اور ساتھ ہی مہران کی خیریت دریافت کی۔ کلاس روم میں زیادہ بات کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے جی۔" مہران نے کہا تھا۔ وہ تینوں اب ایک ساتھ چلنے لگے تھے۔

"سر عارف نے اسائنمنٹس کے ٹاپک دے دیئے ہیں۔ میں نے اپنا اور تمہارا ٹاپک نوٹ کرلیا ہے۔"

خدیجہ نے خاموشی کو توڑا۔ رفعت اس سے اپنے ٹاپک کے متعلق پوچھنے لگی۔ مہران کو اپنی موجودگی غیر ضروری لگ رہی تھی مگر کارڈ واپس لینا ضروری تھا اور مہران دل سے چاہتا تھا کہ رفعت اپنی نامکمل بات مکمل ضرور کرے۔ مگر ان دونوں کی باتوں میں یہ نوبت آتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ مہران کو ٹوکنا پڑا۔

"وہ۔۔۔ آپ کچھ کہہ رہی تھیں۔" اس نے رفعت سے کہا۔

"نہیں۔۔۔؟ ہاں میں یہ کہہ رہی تھی کہ لوگوں کو پہچاننا

سیکھیں اور آنکھیں کھول کر زندگی گزاریں۔"

وہ براہ راست مہران کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"یہ آنکھیں بند کر کے زندگی گزارتا ہے؟" خدیجہ نے حیرانی سے اس کی جانب دیکھ کر رفعت سے پوچھا۔

وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تم نہیں سمجھو گی خدیجہ! تم خاموش رہو۔" رفعت نے اس سے کہا۔ وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔ مہران کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ مذاق کر رہی تھی یا اسے حقیقتاً" آنکھیں کھول کر زندگی گزارنے کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا۔ لائبریری تک کا باقی راستہ وہ سر عارف کی اسائنمنٹ کے ٹاپکس ڈسکس کرتے رہے۔ لائبریری پہنچ کر گراؤنڈ فلور کے بجائے وہ فرسٹ فلور پر آ گئے۔

"کتاب ڈھونڈنے سے پہلے میرے آلو کے پراٹھے کھالو، میں نے بہت دل سے بنائے تھے۔"

خدیجہ نے آج پھر ریک کے عقب میں چار کرسیوں والی میز منتخب کی تھی۔ لائبریری میں آج بھی کوئی نہیں تھا۔

"یہ جامعہ پنجاب کی لائبریری ہے۔" رفعت نے گہرا سانس بھر کر تاسف سے کہا۔

"مجھے آج تک اس لائبریری کا مقصد سمجھ میں نہیں آسکا اور میرا نہیں خیال کہ کوئی یہاں ان کتابوں کو پڑھنے آتا ہوگا، یہاں لوگ صرف ستانے آتے ہیں۔" وہ مزید گویا ہوئی تھی۔ مہران کو اس کی بات سے سو فیصد اتفاق تھا۔ اس نے تھوڑے سے عرصے میں ہی لائبریری کی ابتر حالت کو محسوس کر لیا تھا۔

"اف... رفعت آرا بیگم! اب مہربانی فرما کر تقریر نہ شروع کر دینا... یہ پہلے ہی ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔"

خدیجہ نے زچ ہو کر کہا۔ وہ میز پر ایک لنچ بکس کھولے بیٹھی تھی۔

"آیئے مہران صاحب! آپ بھی خدیجہ کے ہاتھ کے بنے آلو کے پراٹھے ٹیسٹ کیجئے۔" رفعت نے اسے بھی دعوت دی۔

"آجاؤ، آجاؤ مہران! اب نخرے مت کرنا۔ یاد نہیں، تم نے مجھ سے اپنے پانچ روپے بھی واپس نہیں لیے تھے۔"

وہ اتنے معصوم انداز میں بولی کہ مہران کو ہنسی آگئی۔ وہ ان دونوں کے ساتھ لنچ شیئر کرنے لگا۔ پراٹھے بہت مزے کے تھے مگر ٹھنڈے ہو چکے تھے، اس لیے اتنا مزہ نہیں آیا مگر پھر بھی مہران کے لیے گھر کے ان پراٹھوں میں بہت لطف تھا۔

"شکر ہے... احسان اتر گیا... مجھ پر پانچ روپے کا بہت بوجھ تھا۔"

خدیجہ نے خالی لنچ بکس اپنے تھیلا نما بیگ میں رکھتے ہوئے شاید بلند آواز میں خود کلامی کی تھی۔ اس کے چہرے پہ صرف سادگی تھی۔ مہران کو پہلے تو اس کی بات کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا، سمجھا تو مسکراہٹ خود بخود اس کے چہرے پر پھیل گئی۔

"سودائن!" اس نے دل ہی دل میں خدیجہ کو لقب دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"زندگی گزارنے کے لیے ایک کینو کا سہارا کافی ہے۔" اس نے کینو پر لگا آخری چھلکا بھی نرمی سے اتار کر علیحدہ کرتے ہوئے نجانے کس سے کہا تھا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟" مہران نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ایسے... زندگی گزارنے کے لیے ایک کینو کا سہارا کافی ہے۔" اس نے دوبارہ سے وہی الفاظ دہرا دیے۔ مہران کو ایک بار پھر ہنسی آگئی۔

"مجھے کینو بہت پسند ہیں۔" اس نے ایک موٹی سی پھانک منہ میں رکھتے ہوئے گویا کوئی راز کی بات بتائی تھی۔

"تمہیں کیا چیز ناپسند ہے بی بی! ہر کھانے والی چیز دیکھ کر تمہاری رال ٹپکنے لگتی ہے۔"

اس نے اسے چڑانے والے انداز میں کہا تھا۔ خدیجہ کی ایک عادت کی ساری کلاس معترف تھی، وہ

جلدی برا ماننے والے لوگوں میں سے نہیں تھی۔ وہ سب لڑکوں کی بہن بنی ہوئی تھی جبکہ مہران کو وہ برملا اپنا دوست کہتی تھی اور مہران کو بھی اس دوستی پر اعتراض نہیں تھا۔ اس دوستی کو نبھانے میں اس کے پیسے تو لگ نہیں رہے تھے' الٹا کچھ فوائد ہی حاصل ہو رہے تھے۔ خدیجہ اکثر اوقات اس کے لیے لنچ لے آتی تھی۔ جس خاموشی سے وہ اسے لنچ بکس پکڑاتی' اسی خاموشی سے وہ لنچ بکس خالی کر کے اسے واپس دے دیتا اور یہ مہربانی وہ صرف مہران پر نہیں کرتی تھی' اکثر اوقات اس کے ہاتھ کی بنی کسی ذائقہ دار چیز کی تعریف وہ کسی نہ کسی کے منہ سے سنتا رہتا تھا۔ ویسے بھی اب اس کا طرز فکر بہت مثبت ہو گیا تھا جس کی وجہ سے بہت سے مسائل سلجھ گئے تھے۔

وہ دھیرے دھیرے اپنے اندر موجود احساس کمتری پر قابو پا رہا تھا۔ اب اگر کوئی کلاس فیلو اسے "مولوی" کہہ کر چڑاتا تو وہ بھی اسے "پنڈت جی" کہہ کر حساب برابر کر لیتا تھا۔ وہ ہر دو دن بعد لائبریری ضرور جاتا تھا' جہاں اسے اپنے دو ایک ہم خیال لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس کا حلقہ احباب وسیع ہوا تھا تو بول چال میں بھی بہتری آتی جا رہی تھی۔ وہ پہلے کی نسبت پر اعتماد ہو گیا تھا۔

"چلو اچھے لاہور کا پانی راس آگیا ہے۔"

وہ حویلی گیا تو خالہ نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔ اس کی شخصیت میں آنے والی مثبت تبدیلیاں اسے خالہ' خالو کی نظر میں بھی اہم بنا رہی تھیں۔ اسے خود اپنا آپ اچھا لگنے لگا تھا اور ان ساری تبدیلیوں کا کریڈٹ وہ رفعت کو دیتا تھا۔ ہمہ وقت سر پر اسکارف اور سینے پر دوپٹہ پھیلا کر لینے والی رفعت آرا کلاس کی سب سے بہترین لڑکی تھی یا پھر شاید مہران کو ایسا محسوس ہوتا تھا۔

"لڑکیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

وہ اکثر اسے دیکھ کر سوچتا۔ رفعت نے اس دن کے بعد دوبارہ اس سے بھی تفصیلی بات نہیں کی تھی۔ کلاس روم میں آتے جاتے ہوئے ٹاکرا ہو جاتا تو وہ

دیتی۔ ویسے بھی IER کا ماحول کسی قدر مختلف تھا۔ دوسرے ڈپارٹمنٹس کے برعکس یہاں کے لوگ ذرا قدامت پسند تھے جو لوگ جمعیت کے رکن تھے اور اچھے ڈیل ڈول والے تھے' وہ ذرا "ماٹھے" اور دبو قسم کے لڑکوں پر رعب ڈالتے تھے اور ان کی لڑکیوں کی ساتھ علیک سلیک کو ناپسند کرتے تھے جس کی وجہ سے سب بے حد محتاط رہتے تھے۔ ویسے بھی ایم ایڈ کی کلاس میں کوئی بھی پچیس سال سے کم کا اسٹوڈنٹ نہیں تھا۔ اکثر لوگ تو شادی شدہ بھی تھے۔ رفعت کا تجزیہ مہران کو بالکل درست لگتا تھا' شاہد وکشمالہ گروپ کو نکال کر باقی سب ہی اچھے تھے۔

"میرا بھائی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے.... اس نے آج تک کبھی مجھ سے اونچی آواز میں بات نہیں کی.... جب بھی کہیں باہر جائے گا' میرے لیے تحفہ ضرور لائے گا.... میں کہتی ہوں' قسمت والوں کو ملتے ہیں ایسے بھائی۔" وہ نجانے کن خیالوں میں کھویا تھا کہ خدیجہ کی اونچی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔ وہ بہت اونچی آواز میں بات کرنے کی عادی تھی۔

"تم یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تم بہت "قسمت والی" ہو۔"

اس کے ساتھ بیٹھی طیبہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ طیبہ کلاس کی سب سے سڑیل لڑکی تھی۔

گرمیاں شروع ہو چکی تھیں۔ دو کلاسوں کے درمیانی وقفے میں اب عام طور سے کوئی اٹھ کر باہر نہیں جاتا تھا۔ اب بھی یہی صورت حال تھی' چند ایک لوگوں کے علاوہ باقی سب ہی کلاس روم میں موجود تھے۔ افتخار سرگودھا کا رہنے والا تھا اور وہ خاص طور سے خدیجہ کے لیے ایک درجن کینو لایا تھا۔

گرمیوں کی ابتدا میں کینوؤں کا مل جانا خدیجہ کو کسی نعمت سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے' خدیجہ کے بھائی خوش قسمت ہیں جنہیں اتنی اچھی بہن ملی ہے۔"

افتخار نے کہا۔ خدیجہ کے چہرے کا رنگ دیکھنے والا

اسے کس قدر خوش کر دیا تھا۔ افتخار ان کی کلاس کا سب سے کم عمر لڑکا تھا اور سب ہی کے لیے چھوٹا بھائی تھا' اس لیے خدیجہ بھی اس کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتی تھی بلکہ افتخار پر کیا موقوف' وہ سب ہی کے لیے شفیق دادی اماں ٹائپ تھی۔ اکثر لڑکے اسے آپا کہتے تھے جبکہ مہران کو یہ بات بھی عجیب لگتی تھی کہ اس سے زیادہ بڑی عمر کی لڑکیاں اور لڑکے اسے ''آپا'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

''تمہیں پتا ہے' میری عمر کتنی ہے..... ؟ دو سال بعد میں پورے تیس سال کی ہو جاؤں گی۔''

خدیجہ نے اس سے ایک بار کہا تھا۔

''تم یہ بھی تو کہہ سکتی ہو کہ تم ابھی اٹھائیس سال کی ہو بلکہ کیا یہ لازمی ہے کہ تم سب کو اپنی عمر بتاؤ..... لڑکیاں اپنی صحیح عمر نہیں بتاتیں۔''

مہران نے اسے ٹوکا تھا تو وہ ہنسنے لگی۔

''میں لڑکی نہیں ہوں مہران..... میں عورت ہوں۔''

اس نے جواب میں کہا تھا۔ مہران خاموش ہو گیا تھا مگر اسے خدیجہ کی اس عادت سے بہت چڑ ہوتی تھی لیکن خدیجہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا' وہ اپنی مرضی کی مالک تھی۔

''خدیجہ! آپ بہت اچھی ہیں..... میں تو اپنی امی کو بھی بتا رہا تھا کہ مجھے لاہور میں ایک بہت اچھی بہن مل گئی ہے۔''

افتخار نے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''ہائے میں صدقے جاؤں..... میرا بھائی..... تم میرے بہت اچھے بھائی ہو۔''

وہ سچ مچ صدقے واری ہونے کو تیار تھی۔ مہران گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو بہن بنائے جانے پر ناک بھوں چڑھاتی مگر خدیجۃ الکبریٰ کو ایسی باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس نے تو کبھی اس بات کی بھی پروا نہیں کی تھی کہ لوگ اس کی باتوں کو سن کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

''سر! میں نے اسائنمنٹ تیار نہیں کی۔''

اس نے بہت فخریہ انداز میں بتایا تھا۔ مہران نے دیکھا' کلاس میں سب ہی کے چہروں پر ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ ہے۔ خدیجہ جب بھی کسی ٹیچر کے سامنے پیشی بھگتتی' کلاس کو انجوائے کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔

''کیوں اسائنمنٹ تیار نہیں کی آپ نے؟'' سر عارف نے اس کی جانب دیکھ کر جواب طلبی کی۔ وہ کافی خوشگوار موڈ میں تھے۔

''وہ نا سر جی! میں نا کل بیمار ہو گئی تھی۔ میری بھابی نے سموسے بنائے تھے۔ گرم گرم کھا لیے میں نے۔ پھر میری ساری لینگو یج جل گئی۔ اتنا بڑا چھالا بن گیا تھا۔''

وہ دنیا بھر کی لاچاری لہجے میں سمو کر بولی۔

''کیا جل گئی تھی؟''

سر عارف نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔ کلاس میں جن لوگوں کی سمجھ میں بات آ گئی تھی' وہ تو ہنس رہے تھے لیکن جن لوگوں کی نہیں سمجھ میں آئی تھی' وہ بھی ہنس ہی رہے تھے۔

''لینگو یج..... لینگو یج..... زبان۔'' اس نے اپنی زبان نکال کر ان کو دکھانے کی کوشش کی۔ سر نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔ مہران کو اس کی حرکت اچھی نہیں لگی مگر پھر بھی مسکراہٹ اس کے چہرے پر بھی آ گئی۔

''ماشاء اللہ۔'' سر عارف نے خوشگوار انداز میں طنز کیا۔ خدیجہ ''شکریہ'' کہہ کر بیٹھ گئی۔ اسے فرق ہی نہیں پڑتا تھا کہ کلاس اس پر ہنس رہی ہے یا پھر شاید وہ اس کو ہمیشہ مثبت انداز میں لیتی تھی۔

''جب تمہیں انگریزی کی ذرا سی بھی شُدھ بُدھ نہیں ہے تو تم کیوں کلاس میں اس کا غلط استعمال کرتی ہو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ تم ہمیشہ ہی خود کو بھری کلاس میں تماشا بنواؤ۔''

کلاس کے بعد مہران نے خدیجہ کی ٹھیک ٹھاک کلاس لینے کا پروگرام بنا کر بات کا آغاز کیا تھا۔ وہ کینٹین

سے کلب سینڈوچ لے کر آئی تھی اور اب ساری کی ساری توجہ اس سینڈوچ پر تھی۔ وہ دونوں آج پھر لائبریری میں تھے۔

"تماشا.....؟" اس نے سینڈوچ کا بڑا سا لقمہ لے کر منہ — چلاتے ہوئے پوچھا تھا۔ منہ بھرا ہونے کی وجہ سے آواز بھی بھاری لگ رہی تھی۔

"مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی کیا؟" اب وہ واضح انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"تم احمق..... تم نے کلاس میں آج جو کہا..... تمہاری لینگویج جل گئی تھی..... جانتی ہو ساری کلاس ہنس رہی تھی۔"

مہران چبا چبا کر بولا۔ آواز آہستہ تھی۔ نزدیک والی میز پر ایک لڑکا بیٹھا تھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا۔ قسم سے تم خود دیکھ لو۔" اس نے پھر منہ کھولا۔

"اف ..... جاہل لڑکی..... انگلش میں اس زبان کو "Tongue" کہتے ہیں Language نہیں۔" وہ اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے اسے سمجھا رہا تھا۔ انداز انتہائی تپا ہوا تھا۔

"ہاں' وہ تو مجھے پتا ہے۔ تم مجھے اس قدر نکما سمجھتے ہو۔" وہ بے حد اطمینان سے کہہ رہی تھی۔ لہجے میں بھی سنجیدگی جھلک رہی تھی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے' اپنا سر پیٹ لوں۔ بھلا کیا ضرورت تھی کلاس میں لفظ لینگویج استعمال کرنے کی جبکہ تم پراپر لفظ جانتی تھیں۔" وہ حقیقتاً" زچ ہو کر بولا۔

"تم پاگل ہو مہران!" اس نے کلب سینڈوچ کھا کر اس کا ریپر مڑ تڑ کیا اور اٹھ کر اسے ڈسٹ بن میں پھینکنے چل دی پھر واپس آئی اور اطمینان سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

"سر عارف کی کلاس میں سب کس قدر بوریت محسوس کر رہے تھے' اس لیے میں نے جان بوجھ کر ایسے کہہ دیا تاکہ سب Refresh ہو سکیں۔ سب کو ہنسی آ گئی تھی' ہے نا۔"

وہ خوش ہوتے ہوئے بولی تھی۔ مہران نے نا سمجھی کے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ "دوسرے کو ہنسانے کے لیے اپنے آپ کو تماشا بنا لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔"

"کیسا.....؟" وہ داد چاہنے والے انداز میں اس کی جانب دیکھ رہی تھی اور ساتھ ہی اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلا دی۔ مہران خاموش رہا جبکہ اس نے ہتھیلی مزید آگے کی۔

"اب کیا مانگ رہی ہو؟" وہ تپ کر بولا۔

"داد..... اف! تم کس قدر احمق ہو..... جب کوئی مزاحیہ بات کر کے اپنی ہتھیلی تمہارے آگے کرے تو تم تالی بجانے والے انداز میں اس پر اپنی ہتھیلی مارو۔ توبہ تمہیں تو کچھ بھی نہیں پتا مہران۔"

وہ سچ مچ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی جیسے مہران کی کم عقلی کا ماتم کر رہی ہو۔

"خدیجہ..... خدیجہ.....! تمہیں کب عقل آئے گی۔" وہ لاچاری سے بولا تھا۔

"میرا بھائی کہتا ہے جس روز خدیجہ کو عقل آ گئی' وہ روزِ محشر ہو گا۔"

وہ فخریہ انداز میں اپنے بھائی کے ریمارکس کے بارے میں بتا رہی تھی۔ مہران اس کے پاس سے اٹھ کر ہی چل دیا وہ کافی دیر تک اس کے ساتھ مغزماری کر چکا تھا تو اسے یاد آیا تھا کہ خدیجہ کا اور اس کا ایسا بھی کوئی قلبی تعلق نہیں کہ وہ اس کی اخلاقیات اور مینرز کے بارے میں پریشان ہو۔

"میری بلا سے..... بھاڑ میں جاؤ تم۔"

وہ چلتے ہوئے خود کلامی بھی کر رہا تھا۔ اس نے اگر آج کلاس کی پچھلی رو میں بیٹھے لڑکوں کے منہ سے خدیجہ کے بارے میں برے ریمارکس نہ سنے ہوتے تو شاید وہ اسے سمجھانے کی غلطی بھی نہ کرتا۔

"یہ بھی ایک "لطیفہ" ہی ہے بلکہ "آئٹم" بڑی شے ہے یار!"

غفار اپنے ساتھ بیٹھے طٰہٰ سے کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے والی رو میں مہران بیٹھا تھا۔ نجانے کیوں اسے

خدیجہ کے لیے یہ ریمارکس پسند نہیں آئے تھے۔ یہی لڑکے خدیجہ کے سامنے اسے "آپا" اور "باجی" کہتے نہ تھکتے تھے۔

"میں نے کہا اپنا مہران صاحب! ذرا میری بات سننا۔" وہ لائبریری سے نکل کر اب کیمیکل انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کے قریب تھا' جب آصف اس کے قریب آکر بولا۔ وہ شاید لائبریری سے ہی اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ مہران نے اس کی طرف دیکھا اور بدقت مسکرایا۔ آصف اس کے ناپسندیدہ ترین لڑکوں میں سرفہرست تھا۔ اونچا' لمبا' صحت مند تن و توش کا مالک آصف گھٹیا مذاق کرنے اور رعب ڈالنے میں بہت ماہر تھا۔

"یہ تم "بواجی" کے ساتھ کچھ زیادہ ہی وقت نہیں گزارتے۔" وہ بظاہر دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ مہران نے تیکھے چتون سے اس کی جانب دیکھا۔

"بواجی؟" استفہامیہ انداز میں اس کے الفاظ دہرائے۔

"ارے یہی خدیجہ بواجی۔" اس نے کہنے کے ساتھ بے ہنگم قہقہہ لگایا۔ گویا اپنے مذاق کو بہت انجوائے کیا ہو۔

"ویسے اچھی ہے... تمہیں سوٹ کرے گی... یوں بھی وہ تمہیں بہت پسند کرتی ہے۔"

اس کی خاموشی کو محسوس کر کے آصف کا انداز مزید معنی خیز ہو گیا تھا۔

"اسکینڈل..." مہران کے ذہن میں زور سے الارم بجا۔

"اسکینڈل وہ بھی بواجی یا آپا ٹائپ لڑکی کے ساتھ۔" دوسرا الارم پہلے سے زیادہ زوردار تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم' الٹی سیدھی باتیں کرنے کے علاوہ بھی کبھی کچھ اور سوچ لیا کرو۔"

وہ آصف کے بھاری وجود کے سامنے آواز کبھی اونچی نہیں کر پاتا تھا مگر انداز میں کسی قدر سختی ضرور آگئی تھی۔

"ارے غصہ کر رہے ہو...؟ مگر کیوں...؟ کلاس میں تو سب ایسے ہی کہتے ہیں... بھلا ایک لڑکی سب کو بھائی کہتی ہو مگر تمہیں دوست... تو اس کا کیا مطلب ہوا... کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا نا تم دونوں کے بیچ جو ایک دوسرے سے اتنے بے تکلف ہو... کم آن مہران! ہم سے چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا... ہم تمہارے دوست ہیں یار!"

وہ بے تکلفی سے کہہ رہا تھا۔ مہران مسکرا بھی نہ سکا۔ چند دن پہلے آصف اور اس کے دوست مہران کو کشمالہ کا نام لے کر چھیڑ رہے تھے' تب اسے غصہ نہیں آیا تھا بلکہ اس نے مسکراتے ہوئے ان کے اندازوں کی تردید کر دی تھی مگر دل ہی دل میں گدگدی بہت ہوئی اور نجانے کیوں اسے ان کا مذاق برا نہیں لگا تھا۔

"لڑکوں میں تو ایسے مذاق چلتے ہی رہتے ہیں۔"

اس نے کشمالہ کے نام پر ان لڑکوں کے چہروں پر پھیلی ذومعنویت دیکھ کر سوچا تھا اور اب خدیجہ کے نام پر وہ تپ اٹھا تھا' اس لیے نہیں کہ اسے "اس" قسم کے مذاق پسند نہیں تھے بلکہ اس لیے کہ کلاس کی "آپا" کے ساتھ اس کا اسکینڈل بنا دیا جائے' یہ اسے پسند نہیں آیا تھا۔ کلاس میں اور بھی تو اتنی اچھی لڑکیاں ہیں' اسے نجانے کیوں لگتا تھا کہ وہ صاف ستھری ذہنیت کا مالک ہے۔

"خدیجۃ الکبریٰ... کلاس کی پھپھی..." میرے لیے یہ "بکل مار کہ" ہی رہ گئی ہے۔"

اس نے "اونہہ" کرتے ہوئے سوچا۔ لمحہ بھر میں ہی وہ ایک بھولی بھالی معصوم لڑکی کو اپنی سوچوں میں اس لیول تک لے آیا تھا' جہاں زبان و ذہن میں بھی صرف "اونہہ" کی پکار رہ جاتی ہے۔

☼ ☼ ☼

"مجھے میری خالہ نے پالا ہے۔"

اس نے خدیجہ کے چہرے کی طرف دیکھے بغیر بات کا آغاز کیا تھا۔ موسم صبح سے ہی خراب تھا۔ رم جھم تو کب سے چل رہی تھی جس کی وجہ سے آج کلاس

میں حاضری بہت کم تھی۔ کسی بھی پروفیسر نے طریقے سے کلاس نہیں لی تھی جن لوگوں کو بارش پسند تھی' وہ تو کلاس میں آئے ہی نہیں تھے بلکہ باہر گراؤنڈز میں برستی بارش کو دیکھتے رہے تھے۔ لڑکے تو پھر بھی تقریباً" سب آئے تھے مگر لڑکیاں وہی تھیں جو برستی بارش میں بھیگ کر گھر پہنچنا افورڈ کر سکتی تھیں یا جن کے پاس پرسنل کونیئنس کی سہولت موجود تھی۔ رفعت اور اس کی باقی سہیلیاں تو غیر حاضر تھیں مگر خدیجہ موجود تھی۔

"میں نے اس لڑکی کو کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ میں بھلا اس سے شادی کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتا ہوں۔ یہ تو "آپا" کے روپ میں ہی اچھی لگتی ہے۔"

خدیجہ کو اپنے تھیلا نما بیگ میں کھویا دیکھ کر اس نے سوچا تھا۔ وہ رات بھر سوچتا ہی رہا تھا۔ جو چیز اسے سب سے زیادہ تنگ کر رہی تھی' وہ یہی تھی کہ بھلا ساری کلاس کے لڑکوں کو بھائی بنا کر وہ اسے "دوست دوست" کیوں کرتی ہے اور پھر جس قدر معصوم وہ اسے سمجھتا رہا تھا' وہ اب اسے اس قدر معصوم بھی نہیں لگ رہی تھی۔ جو لڑکی ساری کلاس کو ہنسانے کے لیے خود کو "لطیفہ" ثابت کر سکتی ہے' وہ خود اپنے ذاتی فائدے کے لیے کس حد تک نہیں جا سکتی ہوگی۔ "اس نے سوچا ہوگا اکیلا لڑکا ہے.... شکل صورت بھی اچھی ہے.... پڑھا لکھا بھی ہے.... اچھا شوہر ثابت ہوگا.... ایسے لڑکے کو بھائی بنا کر نقصان ہوگا.... اور پھر بھلا مجھ جیسا شریف اللہ میاں کی گائے جیسا انسان پہلے محترمہ کو ملا ہی کب ہوگا.... توبہ کیا زمانہ آگیا ہے.... محترمہ عمر میں مجھ سے دو چار سال بڑی ہی رہی ہوں گی۔"

وہ سوچتا رہا تھا اور کڑھتا رہا تھا۔ خدیجہ کو "گھنی میسنی" کے القابات سے نوازتا رہا تھا اور رات کو تہیہ کر کے سویا تھا' صبح سب سے پہلے خدیجہ کی طبیعت صاف کرنا ہے مگر ڈیپارٹمنٹ آکر اسے یاد آیا تھا کہ خدیجہ نے ابھی اپنے منہ سے تو کچھ نہیں کہا تھا بلکہ اس نے تو کبھی ایسی بات کی ہی نہیں تھی۔ اب وہ اسے دو ٹوک انداز میں تو نہیں کہہ سکتا تھا۔

"بی بی! میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔" اسی لیے اس نے سوچا تھا کہ وہ خدیجہ کے سامنے اپنی برائیاں کرے گا' اپنے ویک پوائنٹس سے اسے خود آگاہ کرے گا تاکہ وہ خود بخود پیچھے ہٹ جائے۔

"اب میں اتنا برا بھی نہیں کہ ایک لڑکی کا دل توڑ دوں۔ مجھے بہت سوچ سمجھ کر اسے اس راہ سے ہٹانا ہوگا۔"

اس نے یہی پلان کیا تھا اور اب اسی لیے وہ اس کے ساتھ بیٹھا اسے اپنے ماضی کے متعلق بتا رہا تھا۔ لائبریری کے اندر جانے کے بجائے وہ باہر برآمدے میں بنے چبوترے پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھے تھے۔ بلاشبہ مہران نے ایک کرب ناک ماضی گزارا تھا لیکن خدیجہ کو سب بتاتے ہوئے وہ اپنی طرف سے مزید دس ملا کر سناتا رہا۔

"ہائے ماں صدقے.... اتنا ظلم کرتی تھیں خالہ.... خالو نے خود تمہیں اپنے دوست کے یہاں ملازم رکھوا دیا؟"

وہ سب سن کر آبدیدہ لہجے میں بولی۔ مہران کے لیے یہ سب باتیں دہرانا کوئی خوشگوار تجربہ نہیں تھا مگر خدیجہ کو متنفر کرنے کے لیے اسے یہ سب کرنا پڑا۔

"ان دنوں بی اے کے ایڈمیشن فارمز جمع ہو رہے تھے' آخری تاریخ تھی اور میرے پاس روپے نہیں تھے اور خالو سے مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میرے پاس آٹھ سو روپے تھے مگر فیس چودہ سو ستر روپے تھی۔"

وہ سانس لینے کے لیے رکا۔ خدیجہ بہت غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں یا میرا رب کہ وہ روپے میں نے کیسے حاصل کیے۔ اس روز خالہ کی کیٹی نکلی تھی' وہ جانتی تھیں' مجھے روپوں کی ضرورت ہے مگر انہوں نے مجھ سے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا کہ بیٹا! تمہیں روپے چاہیے تھے' انتظام ہو گیا یا نہیں۔ اس روز میرے دل میں خالہ کے لیے انتہائی باغیانہ خیالات پیدا ہوئے۔

میں بہت مجبور و بے بس تھا۔ میں نے خالہ کے صندوق میں سے اپنی مطلوبہ رقم چرالی۔ پچاس ہزار روپے میں سے فقط چھ سو ستر روپے میں نے نکال لیے۔ فقط چھ سو ستر روپے۔"

وہ ایک بار پھر خاموش ہوگیا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ زخموں پر سے کھرنڈ اکھیڑنے میں زخم لگنے جتنی تکلیف ہی ہوتی ہے۔

"خالو نے مجھے رقم چراتے دیکھ لیا' اس کے بعد... اس کے بعد کیا بتاؤں خدیجہ..."

"کچھ مت بتاؤ' آگے میں بتاتی ہوں پھر تمہیں تھپڑوں دو ہنٹروں کے علاوہ لفظوں کی وہ مار پڑی ہوگی کہ تمہارا دل چاہنے لگا ہوگا' زمین پھٹے اور تم اس میں سما جاؤ۔ اس کے بعد تمہارا دل چاہتا ہوگا کہ تم ان کا گھر چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ مگر تم نہیں جاسکے ہوگے کیونکہ تمہارے پاس سر چھپانے کی کوئی اور جگہ ہی نہیں ہوگی۔ تم اس واقعے کے بعد اپنے آپ سے بھی منہ چھپاتے پھرتے ہوگے۔ تمہاری زبان پر اللہ سے شکوے شکایات کا انبار رہنے لگا ہوگا' ہے نا مہران!؟"

خدیجہ نے اس کی بات کاٹ کر کہنا شروع کیا تھا۔ اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی۔ وہ اٹک اٹک کر بات کر رہی تھی پھر اس نے رونا شروع کردیا۔ کچھ لمحے تک مہران اس کی جانب دیکھتا رہا۔

"کیا یہ میرے غم کی وجہ سے پسیج کر رونے لگی ہے۔"

اس کے ذہن میں پہلا سوال یہی ابھرا تھا۔ کل تک اس کے لیے دل میں جتنا غبار جمع ہوا تھا' وہ اب پھر سے چھٹنے لگا تھا۔ وہ اس کی اچھائی اور نرم دلی کا قائل تھا مگر وہ اس سے شادی نہیں کرسکتا تھا۔

"میں خدیجہ جیسی پھیچر لڑکی سے کیسے شادی کرسکتا ہوں۔" یہ بات تو وہ پہلے ہی سوچ چکا تھا۔

"تمہارے حالات سن کر بہت دکھ ہوا مہران! اللہ میاں کو والدین نہیں واپس لینے چاہئیں۔ کم از کم تب تک نہیں' جب تک اولاد اپنے پاؤں پر نہیں کھڑی ہوجاتی۔ ماں باپ نہ رہیں تو بچے "رل" جاتے ہیں نا۔"

وہ اپنے ہاتھوں کو ملتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ آنکھوں اور چہرے پر نمی تازہ تھی اور عینک پھسل کر ناک پر آچکی تھی۔

"مگر ایک بات کہوں' کبھی کبھی ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی اولاد "رل" جاتی ہے۔"

وہ گہرا سانس بھر کر دوبارہ بولی تھی۔ مہران نے اس کی جانب بغور دیکھا۔ وہ یقیناً اپنے بارے میں بات نہیں کر رہی تھی کیونکہ اس کے ماں باپ' بہن بہنوئی' بھائی اور بھابھیاں سب بہت اچھے تھے۔ وہ اکثر اوقات ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتی تھی۔

"ہم دونوں ایک جیسے ہیں نا مہران! شاید اسی لیے تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔"

اس نے کہا اور مہران کے اندر پھر کوئی چلایا۔

"خطرہ... خطرہ..."

"میں اتنا پھیچر نہیں ہوں۔" اس نے خود کو تسلی دی تھی۔ وہ رات بھر جو پلاننگ کرتا رہا تھا' وہ ناکام ہوگئی تھی۔ اس کے خیال کے مطابق خدیجہ کو اس ماضی سے آگاہ ہونے کے بعد دس قدم پیچھے ہٹ جانا چاہیے تھا مگر وہ دس قدم آگے ہوگئی تھی۔

"اگر خدیجہ نے واضح پسندیدگی کا اظہار کردیا اور شادی کی خواہش کا اظہار بھی کردیا تو کیا ہوگا؟"

اس نے سوچا تھا۔ اس نے اگرچہ شادی کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں کیا تھا' ابھی اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا تھا' بہت آگے جانا تھا مگر جب بھی شادی کرنا تھی تو خدیجہ جیسی لڑکی سے نہیں کرنا تھی۔ وہ جانتا تھا' وہ کیسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ خدیجہ اس لڑکی جیسی نہیں تھی۔ اس نے خدیجہ کو متنفر کرنے کے لیے ٹرمپ کارڈ کھیلنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"خالہ نے مجھے ساری زندگی کچھ نہیں دیا مگر جب میں کامیاب انسانوں کی فہرست میں شامل ہوگیا تو انہوں نے مجھ سے میرا سب کچھ مانگ لیا۔"

وہ اب چہرے پر معصومیت طاری کرکے بولا۔ خدیجہ کے چہرے پر اذیت کے آثار نمایاں ہوئے تھے۔

وہ اپنے دوست کے غم پر غم زدہ تھی۔
"میری منگنی خالہ کی بیٹی سے ہو چکی ہے۔"
اس نے نہایت دکھ بھرے لہجے میں کہا۔
"اف... مہران کے بچے! تم نے میری جان ہی نکال دی تھی، میں نے سوچا، نجانے خالہ نے کیا مانگ لیا، یہ تو خوشی کی بات ہے بدھو۔"
خدیجہ اس خبر پر اچھل پڑی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔
"بیچاری بوا خدیجہ... جھوٹ موٹ خوشی کا اظہار کر رہی ہے۔" اس نے خدیجہ کے مصنوعی انداز کو دل کی گہرائی سے محسوس کیا تھا مگر وہ خوش تھا کہ بلا ٹل گئی۔
"یہ بات پلیز کسی "اور" سے مت کہنا۔" مہران نے کہا تھا۔ وہ چاہتے ہوئے بھی "کسی اور" کی جگہ رفعت کا نام نہیں لے سکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"خدیجہ آج کل بہت اداس رہنے لگی ہے۔"
کسی لڑکی نے کسی دوسری لڑکی سے کہا تھا مگر مہران کو محسوس ہوا اسے سنایا گیا ہے۔ اس نے کچھ دنوں سے خدیجہ کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا۔ ویسے بھی اب وہ سی ایس ایس کی تیاری کے لیے بہت سنجیدہ ہو چلا تھا اور دوسرا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ جو بات لڑکوں میں گردش کر رہی تھی، وہ پھیل کر لڑکیوں تک بھی پہنچے، اس لیے وہ محتاط ہو چلا تھا۔ مہران نے تصدیق کیے بغیر یہ فرض کر لیا تھا کہ خدیجہ اس کی وجہ سے اداس ہے۔
"خدیجہ بی بی! آپ اس روپ میں اچھی نہیں لگتیں۔" اس دن کلاس میں سر زمان نے بھی اسے ٹوک دیا۔
"کیا کروں سر جی! زندگی بہت تکلیف دہ ہوتی جا رہی ہے۔"
اس نے سر جھکا کر کہا تھا۔ کلاس میں سب نے ہی اس کے انداز کو محسوس کیا۔ مہران کا دل تاسف کے بوجھ سے بوجھل ہونے لگا تھا۔ اس نے اس کی اداسی کا ذمہ دار خود کو ٹھہرا لیا تھا۔
"خدیجہ کا پالتو مرغا وفات پا گیا ہے سر!"
اس کے ساتھ بیٹھی رفعت نے مسکراہٹ چھپا کر کہا۔ کلاس میں یکدم ہی سب ہنسنے لگے۔ خدیجہ کا جھکا ہوا سر، اس کا یاسیت بھرا انداز، لٹکے ہوئے کندھے اور مرغا... دھت تیرے کی۔
"اس لڑکی کے ڈرامے ہی ختم نہیں ہوتے۔"
مہران کے ساتھ بیٹھا جمی ہنستے ہوئے بولا۔
"ساری کلاس سے التماس ہے کہ وہ خدیجہ کے مرغے کے ایصال ثواب کے لیے دعا کریں۔"
سر زمان نے مسکراتے ہوئے سب سے کہا مگر خدیجہ مسکرائی تک نہیں تھی۔ مہران اس کے ہر انداز کو بغور دیکھ رہا تھا۔
"کیا حقیقتاً" تمہارا مرغا انتقال فرما گیا ہے۔" موقع ملتے ہی اس نے خدیجہ سے پوچھ لیا۔
"ہاں... اب تم کہو گے کہ مرغے کے لیے بھی کبھی کوئی پریشان ہوتا ہے۔ تم ٹھیک کہتے ہو، مرغے کے لیے کوئی پریشان نہیں ہوتا۔"
اس نے گہری سانس بھر کر خود ہی سوال کیا، خود ہی جواب دے دیا۔ اس کی موٹی موٹی آنکھیں اس قدر بھری تھیں کہ مہران مزید بات کرتا تو شاید وہ زار زار رونے لگتی۔ مہران خاموش ہو گیا مگر اس کے دل کو سکون نہیں آ رہا تھا۔
"کیا تمہیں... میری... تمہیں میری کوئی بات بری لگی ہے خدیجہ!"
اس نے یکدم پوچھ ڈالا اور شاید یہی اس کی غلطی تھی۔ خدیجہ نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ وہ دونوں کلاس روم میں ہی بیٹھے تھے مگر شکر تھا کہ کلاس میں کوئی اور موجود نہیں تھا۔ مہران اس سے پوچھ بھی نہیں سکا کہ تم کیوں رو رہی ہو، اس کے ذہن میں یہ خیال مزید پختہ ہو گیا تھا کہ خدیجہ اس کی وجہ سے رو رہی ہے۔ وہ اس کے پاس سے اٹھ گیا تھا۔ یہی بہتر تھا کہ وہ اس کے پاس سے اٹھ جاتا۔ اس دن ان کی دوبارہ

ملاقات نہیں ہوئی۔
اگلے دن خدیجہ ڈیپارٹمنٹ نہیں آئی تھی۔ مہران نے سکھ کا سانس لیا۔ تھرڈ سمسٹر ختم ہونے میں دن ہی کتنے رہ گئے تھے۔ جہاں اتنا وقت گزر گیا تھا، وہاں یہ بھی گزر جاتا۔ اس دن مہران دو تین بار رفعت کو مخاطب کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر نہ موقع ملا نہ ہی مزید ہمت ہوئی۔

☆ ☆ ☆

"اب کیسی ہو؟"
مہران نے اس کے زرد چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ وہ ہلکے زرد رنگ کے لباس میں تھی جس کی وجہ سے اس کا چہرہ مزید زرد لگ رہا تھا۔ چار دن کی غیر حاضری کے بعد وہ پانچویں دن ڈیپارٹمنٹ آئی تھی۔ اس کی کمی کو کلاس میں کسی نے محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ کسی کی "بہن" تھی کسی کی "آپا" مگر کسی کو اس سے یہ پوچھنا نہیں یاد تھا کہ وہ کیوں غیر حاضر تھی یا کیا وہ بیمار رہی ہے۔ اس نے بھی کسی سے شکوہ نہیں کیا تھا۔
وہ اپنی جون میں واپس آ رہی تھی۔ اس کی اور مہران کی ملاقات لائبریری میں ہوئی تو مہران نے پوچھ لیا۔ وہ اس کی وجہ سے عاجز تھا مگر دل میں یہ خیال اسے بہت معتبر کر رہا تھا کہ ایک لڑکی اس کی محبت میں کن حالوں تک پہنچ رہی ہے۔
"اب ٹھیک ہوں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا پھر گہری سانس بھر کر بولی۔
"چلو شکر ہے۔ کسی کو تو یاد ہے کہ میں کچھ بیمار تھی۔" اس کے انداز نے پھر مہران کو چونکایا۔ وہ کتنی سنجیدہ اور پروقار لگ رہی تھی۔
"تم سچ مچ احمق ہو۔ مرغے کی وفات کا اتنا اثر....."
مہران نے کھوکھلی ہنسی ہنس کر کہا۔ خدیجہ اسے گہری نظر سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات سن کر سر جھکا کر مسکرا دی مگر اس مسکراہٹ میں کوئی دل جلا دینے والی بات تھی۔
"مرغا؟" خدیجہ نے لفظ "مرغا" دہرایا ایک بار پھر پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔
"بات جانور یا انسان کی نہیں ہوتی مہران! بات محبت کی ہوتی ہے۔" وہ سابقہ انداز میں بولی اور پھر خاموش ہو گئی۔ مہران کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔
"اگر اس نے مجھے آئی لو یو کہا تو میں فوراً" سے پیش تر کہہ دوں گا کہ میں رفعت سے محبت کرتا ہوں..... مگر..... خالہ کی بیٹی سے منگنی والی بات..... اب میں کیا کروں۔"
اس نے سوچا تھا۔
"مجھے اس مرغے سے بہت محبت تھی، مجھے نہیں پتا، محبت کیا ہوتی ہے مگر میں جو بھی اپنے پالتو جانوروں کے لیے محسوس کرتی ہوں، مجھے وہی جذبہ محبت لگتا ہے۔ ویسے بھی جب آپ کے اردگرد کے انسان آپ سے الرجک ہوں تو آپ کو صرف تین چیزوں میں پناہ ملتی ہے۔ جانور، پودے یا کتاب..... اس کے علاوہ کوئی جذبہ، سہارا ایسا نہیں جس کے لمس کو بھی آپ محسوس کر سکیں۔ میں عبادت کی بات نہیں کر رہی کیونکہ کبھی کبھی آپ کو عبادت میں بھی سکون نہیں ملتا اور پھر اگر صرف عبادت سے سکون مل سکتا تو اللہ نے انسان کیوں پیدا کیے، ہے نا مہران!"
وہ بات کرتے کرتے رکی اور مہران کی رائے لینا چاہی۔ مہران تو ہکا بکا اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "کیا یہ لڑکی اتنی گہرائی والی باتیں کر سکتی ہے۔"
اس نے حد درجہ حیران ہو کر سوچا۔
"میں نے مرغے کے علاوہ ایک بلی، آسٹریلین طوطے اور کچھ کبوتر بھی پال رکھے ہیں مگر مجھے اس مرغے سے بہت محبت تھی۔ جانتے ہو کیوں؟ اس کے ہونے سے میری زندگی میں تنہائی دور ہوتی تھی۔ وہ بہت اونچی آواز میں بانگ دیتا تھا اور اس کے بانگ دینے سے مجھے اپنے اردگرد زندگی کا احساس ہوتا تھا۔ تم بھی تو میری طرح بہت تنہا ہو۔ تمہیں تو پتا ہو گا، تنہائی کا دکھ کیا ہوتا ہے۔ تمہیں تو پتا ہو گا مہران کہ جب انسان خود سے باتیں کرتے کرتے تھک جاتا ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ کوئی اور بھی ہو جس سے وہ باتیں کر سکے جس کی

آواز اس کے کان محسوس کر سکیں جس کے ہونے سے اسے اپنے ہونے کا احساس ہو۔۔۔ اور جب آپ کی تنہائی بانٹنے کو کوئی انسان تیار نہ ہو تو یہ ہی جانور سب سے گہرے دوست بن جاتے ہیں۔ بولو نا مہران! تم تو بچپن سے اکیلے ہو۔۔۔ تم تو میرے دکھ کو سمجھ سکتے ہو۔۔۔ تمہیں تو اس بات پر حیرانی نہیں ہونا چاہیے کہ میں ایک مرغے کے مرجانے پر اس قدر رنجیدہ کیوں ہوں۔"

وہ اس سے کہہ رہی تھی یا شاید الزام دے رہی تھی۔

"تم تو میرے دوست ہو۔۔۔ تمہارے سامنے مجھے بھرم نہیں رکھنے پڑتے۔۔۔ تم سے تو میں ہر بات شیئر کر سکتی ہوں۔۔۔ میری بھابھی مجھے اچھا نہیں سمجھتی۔۔۔ اس کو لگتا ہے، میں اس کی راہ کا کانٹا ہوں، میں اس کے بچوں کا حق مارتی ہوں، میں اس کی خوشیوں کی قاتل ہوں، میں اس سے حسد کرتی ہوں۔۔۔ میں اس کے گھر پر ناجائز قابض ہوں اور میرا بھائی۔۔۔ میرا ماں جایا۔۔۔ اسے اپنی بیوی کی ہر بات پر لبیک کہنے کی عادت ہے۔۔۔ اس کی شادی کو ابھی صرف چار سال ہوئے ہیں مگر ان چار سالوں میں ہی اسے میری اصلیت کا پتا چل گیا ہے۔ اسے میری شخصیت میں ہر وہ خامی نظر آتی ہے جو کسی چڑیل میں ہو سکتی ہے۔ وہ مجھے بے حد ناپسند کرتا ہے۔ میرے ماں باپ بہت ضعیف ہیں۔ ابا کی جو بھی پینشن آتی ہے، اس میں ان دونوں کا گزارا نہیں ہوتا۔۔۔ وہ دو وقت کی روٹی کے لیے بھی بیٹے کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہیں۔۔۔ وہ اس کے مقابلے میں بیٹی کا ساتھ نہیں دے سکتے۔۔۔ جب میری بھابھی میری کسی بات پر ناراض ہوتی ہے تو گھر کا کوئی فرد مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتا۔۔۔ ان لوگوں کی چابیاں اس ایک عورت کے ہاتھ میں ہیں جو مجھے سخت ناپسند کرتی ہے۔۔۔ اسے میرے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑنا بھی اچھا نہیں لگتا مہران!"

اس کی آنکھ سے آنسو لڑھک کر رخساروں پر پھسلتے چلے گئے۔

"اسے ٹیپو کا پالتو ہونا پسند نہیں تھا۔ اس کی نیند ڈسٹرب ہوتی تھی، اس لیے میرے بھائی نے ٹیپو کو ذبح کروا ڈالا۔"

خدیجہ نے گالوں پر پھسلتے ہوئے آنسوؤں کو دونوں ہاتھوں کی پشت سے رگڑا۔

"یہ تم جیسے لوگوں کے لیے لطیفہ ہو سکتا ہے۔ تمہیں اس پر ہنسی بھی آسکتی ہے مگر مجھے نہیں آتی۔ ٹیپو کے جسم پر لگنے والا ایک ایک گھاؤ میں نے اپنی روح پر محسوس کیا ہے۔ میرے بھائی نے اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے میری تنہائی کے ساتھی کو قتل کر ڈالا۔"

وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ مہران کو لگا خدیجہ پاگل ہو چکی ہے۔ حالانکہ اسے سوچنا چاہیے تھا کہ جب ہمارے سامنے کوئی شخص اپنے ان دکھوں اور المیوں پر رو رہا ہوتا ہے جو ہم نے کبھی زندگی میں محسوس نہیں کیے ہوتے تو دراصل وہ پاگل نہیں ہوتا بلکہ ہم پاگل ہوتے ہیں، جنہیں وہ شخص پاگل نظر آرہا ہوتا ہے اور جو دکھ ہم نے کبھی محسوس نہیں کیے ہوتے، ہمیں ان کی حقیقت پر شک کیوں ہونے لگتا ہے۔

مہران کو وہ تکیہ یاد آیا جو خالہ کے گھر ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر وہ سر کے نیچے رکھ کر سوتا تھا جس سے وہ سب شکایتیں کہتا تھا جس میں بارہا اس نے اپنے آنسو دفن کیے تھے اور جو تکیہ خالو نے اپنے بیٹے سبحان کی پالتو بکری کے نیچے رکھ دیا تھا تاکہ اسے سردی سے بچایا جا سکے۔

"یہ کیسا معاشرہ ہے، جہاں لوگ تکیوں اور مرغوں کی وفات پر ٹوٹ پھوٹ جایا کرتے ہیں۔"

مہران نے نہایت دکھی دل سے سوچا۔ جب اپنا بے ضرر دکھ یاد آیا تھا تو خدیجہ کے دکھ کی حقیقت کے بارے میں کوئی شک نہیں رہا تھا۔ وہ بھی بہت بار ایسے پھوٹ پھوٹ کر رویا تھا جیسے خدیجہ رو رہی تھی۔

اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ خدیجہ کو خاموش کروا سکتا یا اس کے زخمی دل پر تسلی کے نرم

چاہے رکھ سکتا۔ خدیجہ خوب رونے کے بعد خود، خود چپ ہو گئی تھی۔ مہران نے اس کی جانب بہت غور سے دیکھا تھا۔ یہ تو کوئی اور خدیجہ تھی۔ وہ اس خدیجہ کو نہیں جانتا تھا، اس خدیجہ کو تو شاید کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ کتنی گہری تھی یہ والی خدیجہ۔

"تمہیں ایک خوشی کی خبر تو سنائی نہیں۔" وہ آنسو پونچھ کر عینک دوبارہ سے ناک پر ٹکائے، چادر کی بکل کو درست کیے واپس اپنے پرانے روپ میں آ گئی تھی۔

"سدرہ نے بچے دیے ہیں۔" وہ بہت خوشی سے بتا رہی تھی۔

"ہائیں لاحول ولا قوۃ۔ یہ کیا طریقہ ہے۔"

خدیجہ پرانی والی ہو چکی تھی، سو اس کی باتیں بھی پرانی والی تھیں۔ مہران نے اس کے اس طرح کہنے پر ناک بھوں چڑھائی۔

"سدرہ میری بلی کا نام ہے۔" وہ معصومیت سے بولی۔ مہران کو اس کی بات پر ہنسی آ گئی۔ خدیجہ کی شخصیت پر ایک نقاب تھا جو اسے دوسروں کی نظر میں کھنی، میسنی اور احمق بنائے ہوئے تھا اور اس نقاب کے پیچھے والی خدیجہ کوئی اور تھی۔ دونوں میں کس قدر عدم مطابقت تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے ذرا بھی مماثل نہیں تھیں۔

"اس معاشرے میں ہر شخص کو حق ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنا بھرم قائم رکھے جیسی مرضی ملمع کاری کرے اور خود پر اپنی مرضی کے مطابق پرتیں چڑھا لے۔"

اس نے سوچا، اسے کسی کے چہرے سے نقاب ہٹانے کا حق نہیں تھا۔ وہ خدیجہ کے منہ سے "سدرہ کے بچوں" کی باتیں سننے لگا۔

☼ ☼ ☼

"تم شادی کب کرو گی؟"

اس روز مہران نے جھجکتے ہوئے بھی پوچھ ہی لیا۔ فائنل ٹرم میں دن ہی کتنے رہ گئے تھے۔ وہ اگرچہ ایک سمسٹر ڈراپ کیے ہوئے تھا مگر باقی لوگ تو سب مکمل کر چکے تھے۔ ان سب کو تو تھیسز جمع کرانے کے بعد صرف وائیوا کے لیے ہی ڈیپارٹمنٹ آنا تھا۔ تقریباً سب ہی لوگ جاب میں تھے، سب ہی کو ایم ایڈ کے بعد مزید مصروف ہو جانا تھا اور سب ہی یہ پروفیشنل ڈگری صرف اس لیے لے رہے تھے کہ ان کی سروس مستحکم ہو سکے یا انکریمنٹس لگ سکیں۔ اس صورت حال میں مہران ایک بار رفعت سے بات ضرور کرنا چاہتا تھا اور وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ خدیجہ اس کی طرف سے رفعت سے بات کرے لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ایک دم سے اپنی بات شروع کر دے، اسی لیے اس نے پہلے خدیجہ سے اس کے اپنے متعلق بات شروع کی تھی۔

"شادی...؟" وہ استفہامیہ انداز میں کہہ کر ہنسنے لگی۔ "مجھ سے کون کرے گا شادی... پھر میری عمر رہ گئی ہے اب شادی والی... دو سال بعد میں پورے تیس سال کی ہو جاؤں گی۔"

وہ امرود کترتے ہوئے بولی۔

"خدا کا کچھ خوف کرو لڑکی! کیوں خود سے دشمنی پر تلی ہو۔ کیوں اپنے آپ کو کوستی رہتی ہو۔ یہی عمر شادی کے لیے پرفیکٹ ہے۔ بس تم خود پر ترس کھانا چھوڑ دو۔"

مہران چڑ کر بولا۔ اسے خدیجہ کی ان باتوں پر غصہ آ جاتا تھا۔ خدیجہ خاموشی سے امرود کھاتی رہی۔ اس نے آج کل ایک اور مشغلہ اپنا لیا تھا۔ وہ گھر سے کروشیا اور اون کا گولہ لے آتی اور نجانے کیا بنتی رہتی۔ اب بھی اس نے ہاتھ میں کروشیا پکڑا ہوا تھا جبکہ شہادت کی انگلی پر اون لپٹی تھی۔ امرود کا ٹکڑا اٹھاتے وقت وہ لحہ بھر رکتی، کروشیا منہ میں پکڑتی اور امرود ہاتھ میں لے لیتی پھر جس ہاتھ میں اون لپٹی ہوئی تھی، اس میں کروشیا پکڑتی اور امرود منہ میں رکھ لیتی اور چباتے چباتے کروشیا بھی درست والے ہاتھ میں آ جاتا۔ اس کا تھیسز مکمل ہو کر کمپوز ہو رہا تھا۔ چونکہ اسے کمپوز آرٹ نہیں کرنا آتا تھا، اس لیے وہ ایک ایکسپرٹ کمپیوٹر کمپوزر سے اپنا کام کروا رہی تھی۔

"میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں خدیجہ!"
وہ اس کی خاموشی سے چڑ کر بولا۔ ویسے تو اسے امید تھی کہ خدیجہ سیریس نہیں ہوگی۔ اپنے گھریلو حالات کی ایک قسط دکھا دینے کے بعد وہ دوبارہ کبھی مہران کے سامنے اس طرح عیاں نہیں ہوئی تھی اور مہران نے بھی کبھی اس سے کچھ کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اب بھی سب کلاس فیلوز کے سامنے اپنے بھائی اور بھابھی کی حد درجہ تعریفیں کرتی تھی' ان کے بچوں کے محبت بھرے قصے سناتی تھی جو اسے بہت پیار سے پھپھو جان کہتے تھے۔ مہران یہ سب باتیں سنتا تھا مگر اس نے کبھی خدیجہ کو ٹوکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"تم کس دنیا میں رہتے ہو مہران! شادی کرنا کوئی آسان بات ہے کیا؟ اور کیا شادیاں اتنے آرام سے ہو جاتی ہیں۔"

وہ کروشیے کی مدد سے داڑھ میں اٹکا امرود کا بیج نکالنے کے بعد اطمینان سے بولی۔

"اگر شادیاں اتنے آرام سے ہو جایا کرتیں تو ہر گھر میں ڈھلتی ہوئی عمر کی کئی کئی کنواری لڑکیاں نہ ہوتیں۔"

وہ بے حد تلخی سے کہہ رہی تھی۔ مہران کو اس قسم کے موضوع میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ کسی سوشل ایشو کو ڈسکس نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ اسے تو صرف اپنے اور رفعت کے متعلق بات کرنا تھی۔

"یہ بھی لڑکیوں کا قصور ہے۔ انہوں نے اپنے اسٹینڈرڈز اتنے ہائی کر لیے ہیں کہ ان کی ناک کے نیچے کوئی آتا ہی نہیں ہے' ورنہ لڑکوں کی کمی تو نہیں ہے۔ دراصل زمانہ تبدیل ہو رہا ہے' والدین بچیوں کو کھلے دل سے تعلیم دلوا دیتے ہیں اور اب تو لڑکیوں میں ہر قسم کی جاب کرنے کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے' اس وجہ سے لڑکیوں کے مزاج اونچے ہو گئے ہیں۔" وہ چڑ کر بولا۔ اس نے گزشتہ رات ہی کسی اخبار میں اس قسم کا کوئی آرٹیکل پڑھا تھا۔

"اپنا بھلا برا سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کو تم "اونچا مزاج" کہتے ہو؟"

خدیجہ نے اطمینان سے پوچھا۔ مہران نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جہاں تمہارے دماغ کی بیٹری کو چارج ہونا چاہیے' وہاں کبھی چارج نہیں ہوتی اور جہاں نہیں ہونا چاہیے' وہاں فل چارج ہو جاتی ہے۔"

مہران نے ایک تلخ موضوع چھیڑ دیا تھا مگر وہ اس پر مزید بحث نہیں کرنا چاہتا تھا' اس لیے اکتا کر بولا۔

"ویسے تم نے کبھی سوچا ہے کہ ہمارے یہاں یہ مسئلہ اس قدر سنگین کیوں ہوتا جا رہا ہے؟"

خدیجہ نے سنجیدگی ہنوز برقرار رکھی۔

"نہیں۔" مہران نے سابقہ انداز میں جواب دیا اور ساتھ ہی اس کے سامنے پڑے کاغذ کے ٹکڑے پر سے امرود کا سلائس اٹھا کر منہ میں رکھا۔

"اچھا... میں نے بھی نہیں سوچا۔" وہ اطمینان سے بولی پھر خود ہی ہنس دی۔

"ویسے مذاق ایک طرف' سنجیدگی سے بات کی جائے تو یہ جو ذات پات کا فرق روا رکھا جاتا ہے نا اگر اس کو ختم کر دیا جائے تو یہ مسئلہ ختم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایک اور بات ہے۔"

مہران کو اپنی اور رفعت کی بات کرنے کی بھی جلدی تھی' اس لیے وہ اس "حساس" موضوع سے یک لخت ہٹنا بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ خدیجہ اسی کی جانب متوجہ تھی۔ وہ گویا ہوا۔

"ہمارے یہاں لڑکیوں کے ذہن میں بہت چھوٹی عمر میں یہ بات پختہ کر دی جاتی ہے کہ زندگی کا اولین مقصد صرف اور صرف شادی ہے تو پھر وہ صرف اس ایک چیز کے لیے سنجیدہ رہتی ہیں' باقی زندگی کا ہر معاملہ ان کے لیے صرف "ٹائم پاس" ہوتا ہے' اس طرح سے وہ لڑکیاں جن میں بہت پوٹینشل ہوتا ہے' ان کا ٹیلنٹ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔"

وہ خدیجہ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے نظریں چرائیں۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ ایک پوری نسل کی نشوونما کے متعلق

سنجیدگی سے سوچنا کیا غلط بات ہے مگر جھجک آڑے آگئی۔ اس نے پہلے کبھی اس طرح کے موضوعات پر کسی سے بحث نہیں کی تھی۔

"اس طرح سے انہیں ستائیس اٹھائیس سال کی عمر میں ہی ایسا لگنے لگتا ہے کہ وہ بوڑھی ہو رہی ہیں یا ان کی شادی کی عمر نکل رہی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ زندگی کا ہر لمحہ انجوائے کرنے کے لیے ہوتا ہے تاکہ خود پر ہر لمحہ یہ خیال مسلط کرنے کے لیے ہم اگلے دو سال بعد تیس سال کے ہو جائیں گے اور اگر عمر زیادہ ہو بھی گئی تو کیا ہوا' لڑکیاں بڑا ہو جانے سے ڈرتی کیوں ہیں؟"

اپنی دلیل کے آخر میں وہ مسکرا کر بولا۔ مقصد اسے چڑانا تھا۔

"لڑکیاں بڑا ہو جانے سے نہیں ڈرتیں مہران! لڑکیاں بوڑھا ہو جانے سے ڈرتی ہیں۔"

خدیجہ نے یاسیت بھرے لہجے میں کہا۔ مہران نے اسے گہری نظر سے دیکھا' وہ بے حد سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"لڑکیاں اور تتلیاں اپنی پرواز میں محدود ہوتی ہیں مگر دونوں ہی اڑتے ہوئے اچھی لگتی ہیں۔ مکھی اور تتلی میں کیا فرق ہوتا ہے...؟ رنگ کا... تتلی کے رنگ اسے خوبصورت بنا دیتے ہیں مگر مکھی کے رنگ اسے بدصورت بناتے ہیں۔ حالانکہ مکھی میں بھی تتلی جتنے ہی رنگ ہوتے ہوں گے۔ یعنی رنگ خوبصورت بھی بنا سکتے ہیں اور بدصورت بھی۔ دوسرے لفظوں میں سوچ انسان کو جوان بھی رکھ سکتی ہے اور بوڑھا بھی کر دیتی ہے۔ ارے پاگل لڑکی! تم بوڑھی نہیں ہو بلکہ تم تو بڑی بھی نہیں ہو کیونکہ تمہاری سوچ ابھی تک بچکانہ ہے۔"

وہ اسے چڑانے کے لیے بولا۔

"تم اطمینان سے یہ باتیں کر سکتے ہو کیونکہ تم "لڑکی" نہیں ہو۔ تم نے "لڑکی" ہونے کے دکھ نہیں جھیلے' تمہیں صرف اس وجہ سے اپنی خواہشیں نہیں مارنا پڑیں کہ تم ایک "لڑکی" ہو۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ تم بھی بولتے وقت سوچتی نہیں ہو۔ بھلا یہ "لڑکی' لڑکی" کی گردان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ جو تم جذباتی باتیں کر رہی ہو نا' یہ سترھویں' اٹھارھویں یا پھر شاید انیسویں صدی میں ہوتا ہو گا۔ لڑکی ہونے کی بنا پر حقوق کی تخصیص والے گھٹیا کام گزشتہ صدی میں ہی ختم ہو گئے تھے۔ اب ایسا نہیں ہوتا' کم از کم حقوق کی پامالی صرف اس ایک وجہ کی بنا پر نہیں ہوتی کہ کوئی انسان عورت ہے یا مرد۔"

مہران اب بے پناہ چڑ چکا تھا۔ اسے اس فضول' لایعنی بحث میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"تم نے شاید کبھی اخبار نہیں پڑھا۔ اگر پڑھا ہوتا تو تم اس طرح سے یہاں بیٹھے تقریر نہ کر رہے ہوتے۔"

خدیجہ نے اب کی بار ذرا سُست لہجے میں کہا۔ اس کے ہاتھ سے کروشیا گر چکا تھا۔ اس کی ساری توجہ مہران کی جانب مبذول تھی۔

"میں اخبار پڑھتا ہوں خدیجہ! اور اخبار پڑھتا ہوں' اس لیے شرطیہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ صرف اکیلی عورت کے حقوق پامال نہیں ہو رہے بلکہ مرد بھی بری طرح سے ان حالات کا ستایا ہوا ہے۔ یہ مفروضہ اب صرف خام خیالی ہے کہ عورت حالات کی چکی میں پس رہی ہے۔ تم مردوں کو دیکھو' وہ بھی اسی طرح اپنے حقوق کے لیے پریشان نظر آئیں گے اور یہ بات میں اس لیے نہیں کہہ رہا کہ میں مرد ہوں بلکہ اس لیے کہ یہی حقیقت ہے۔ اب بات مرد اور عورت کی نہیں ہے بلکہ ظالم اور مظلوم کی ہے اور مظلوم وہی ہے' جو کمزور ہے' جو جتنا کمزور ہے' وہ اتنا ہی پستا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورت اپنے آپ کو کمزور سمجھنا چھوڑ دے' وہ اپنے اندر چھپی ہوئی خوبیوں کو تلاش کرے' ان سے فائدہ اٹھائے۔ یہ اس سے اس وقت کی طلب ہے اور عورت کو اس طلب کو پورا کرنا ہے' کرنا ہی ہو گا۔"

وہ گردن کو خم دے کر وثوق سے بولا۔ اس کا انداز بے حد جامع اور وضاحت آمیز تھا۔ حالانکہ وہ کبھی بھی

کسی تک نہیں پہنچا پاتا تھا مگر نجانے کیسے خدیجۃ الکبریٰ کے سامنے اس کی زبان خوب چلتی تھی۔ شاید اس کے سامنے وہ ایک عجیب قسم کے احساس برتری میں مبتلا رہتا تھا۔ وہ اسے ایک بونگی سی لڑکی سمجھتا تھا جسے حالات نے حساس بنا دیا تھا اور اس کی چند اچھی باتیں اگر اس حساس لڑکی کے دل پر ہمدردی کے نرم پھاہے رکھ سکتی تھیں تو وہ بہت آرام سے یہ باتیں کر سکتا تھا۔

"جب میں تمہارے جتنی تھی تو میں بھی اسی طرح کی انقلابی باتیں کیا کرتی تھی۔"

خدیجہ نے مسکراتے ہوئے اپنے کروشیا اور اون کا گولا اپنی مشہور زمانہ زنبیل میں رکھ کر کہا۔ مہران نے دزدیدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ موضوع کو سمیٹ رہی تھی۔ مہران تپنے لگا۔

"اری او احمق عورت! تم اب بھی میرے جتنی ہو۔ یہی کہنا ہے نا تمہارا کہ تم اگلے دو سال بعد تیس سال کی ہو جاؤ گی تو سن لو کہ میں دو سال پہلے ہی تیس سال کا ہو چکا ہوں۔"

وہ جل کر بولا۔ خدیجہ پھر سے ہنسنے لگی۔

"میں مرد ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح عورت کی لائف کو اسی طرح defend کرتی بلکہ میں اس سے زیادہ اچھی طرح کر سکتی تھی مگر اب نہیں۔ عورت ہوں نا، سمجھتی ہوں کہ عورت کس قدر مسائل میں گھری ہے۔"

وہ اسی انداز میں بولی تھی مگر آنکھوں کے گوشے سے عجب محرومیاں چھلکنے لگی تھیں۔

"تمہیں کیا پتا مہران! آج کل کی عورت کس قدر مصائب میں گھری ہے۔ وہ گزشتہ کئی صدیوں کے برعکس "آج" زیادہ باشعور، زیادہ سمجھ دار ہے مگر کیا باشعور اور سمجھ دار ہو جانے سے عورت کی فطرت بدل جاتی ہے۔ نہیں مہران! ایسا نہیں ہوتا۔ عورت تو وہی ہے، چھوئی موئی کا سا نازک پودا۔ مجھے ہی دیکھ لو۔"

مہران کو اس کے منہ سے خود اپنے لیے "چھوئی موئی" جیسے پودے کی مماثلت کی امید نہیں تھی۔ اس نے بمشکل ہنسی روکی۔ خدیجہ کے چہرے پر حماقت تو اسی طرح برس رہی تھی مگر آنکھوں میں بے حد سنجیدگی تھی۔

"میں نے ایف اے میں فرسٹ ڈویژن لی تھی اور میرے خاندان میں یہ اعزاز لڑکی تو چھوڑ پہلے کسی لڑکے کو بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ میرے ابا جی نے بھی اس بات پر خوشی کا اظہار کیا اور مجھے بی اے کرنے کی بخوشی اجازت دے دی۔ حالانکہ میرے دونوں بھائی میٹرک سے زیادہ نہیں پڑھے تھے بلکہ خاندان بھر میں میرے بھائی ہی واحد پڑھے لکھے لوگ تھے۔ کالج تو جانے کی اجازت نہ ملی، میں نے بی اے پرائیویٹ کیا اور ان ہی دنوں فراغت میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے بی ایڈ کے فارمز منگوا لیے۔ ڈیڑھ پونے دو سال لگے بی اے کے بعد اور یوں بی ایڈ بھی ہو گیا۔ میں اپنے خاندان کی سب سے اعلا تعلیم یافتہ لڑکی تھی۔ شکل و صورت بھی اللہ نے مناسب دی تھی۔ امی نے سلیقہ اور سگھڑاپا بھی دے ہی دیا تھا۔ مجھ میں کوئی کمی تو نہیں تھی مہران! مجھے خواب دیکھنے کا پورا حق تھا۔"

وہ اپنے انتہائی ذاتی حالات بتاتے بتاتے رک گئی۔ آنکھوں میں سنجیدگی تھی مگر آنسو نہیں۔ مہران تمام تر حسیات اس کی جانب مبذول کیے ہوئے تھا، اسے نجانے کیوں یہ باتیں نئی نہیں لگ رہی تھیں۔

"خاندان بھر میں میرے جیسی شاندار لڑکی کوئی نہیں تھی مگر خاندان بھر میں میرے جیسی شاندار لڑکی کی کسی کو ضرورت نہیں تھی اور خود میں بھی اپنے "ان پڑھ" خاندان سے الرجک تھی۔ جب بڑھتی عمر کے ابتدائی آثار شخصیت میں نمودار ہونے لگے تو میری امی کو بھی فکر ہوئی۔ چند ایک "ماسی" ٹائپ خواتین سے میرے رشتے کے سلسلے میں درخواست کی گئی اور پھر میری زندگی کا کرب ناک ترین سلسلہ شروع ہوا۔"

وہ پھر خاموش ہو گئی۔ اس کی باتوں میں نجانے کیسا تاثر تھا کہ مہران یک ٹک اسے سن رہا تھا۔

"پہلی بار جب دو خواتین مجھے دیکھنے آئیں تو مجھے اس سارے سلسلے سے نفرت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ فقط عجیب سی بے چینی تھی۔ تھوڑی سی خوشی بھی۔ میں تو اتنی اچھی تھی۔ میری امی، میرے ابو میری تعریف کرتے نہ تھکتے تھے۔ مجھے کون دھتکار سکتا تھا مگر ماں باپ...... وہ مخلوق ہیں جو اپنی اولاد کے بارے میں ہمیشہ غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں۔ مجھے دھتکار دیا گیا۔ مجھے زندگی میں پہلی بار احساس ہوا کہ میرا گندمی رنگ کس قدر برا ہے۔ اتنا برا کہ صرف اس گندمی رنگ کی بنا پر مجھے دھتکارا جا سکتا ہے پھر ہر پندرہ بیس دن بعد کوئی نہ کوئی نئے مہمان مجھے میری خامیوں کے بارے میں آگاہ کرنے لگے۔ میں دبلی پتلی تھی، ٹانگا ماچس کے جیسی دکھتی تھی، آنکھیں چھوٹی تھیں، بات کرنے کی تمیز نہیں تھی۔ میں گفتگو کے دوران مسکراتی تھی تو میرے سامنے کے دانت بہت بدنما لگتے تھے، مجھے بے وجہ انگلیاں چٹخانے کی عادت تھی، میری چال میں اعتماد نہیں تھا، میری شخصیت صفر تھی، صفر...... بالکل صفر...... مجھے اللہ کی مہربانی سے تمام اعضاء پورے ملے تھے...... شعور بھی دیا تھا اوپر والے نے...... اخلاقیات میں بھی گھسی پٹی نہیں تھی...... مگر پھر بھی میری شخصیت صفر تھی...... لمحہ بھر کو سوچو مہران! صفر ہونا کیسا لگتا ہے۔ اس روز اور اس کے بعد آنے والے ہر روز مجھ پر میری اپنی شخصیت کے اتنے در وا ہوئے کہ یہ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ سر پٹخنے کو کون سا در منتخب کروں۔ مجھے اپنے ماں باپ پہ غصہ آنے لگا، میری شخصیت میں اس قدر خامیاں تھیں تو انہوں نے مجھے آگاہ کیوں نہیں کیا۔ دوست احباب تو دل رکھ لیتے ہیں، والدین کو تو نہیں رکھنا چاہیے۔ مجھے میرے بارے میں کچھ تو آگاہ کرتے۔ میں تو آئینہ دیکھ کر مطمئن ہو جانے والے لوگوں میں سے تھی کہ چلو کوئی جسمانی خامی نہیں۔ قبول صورت بندی ہوں مگر مجھے باہر والوں نے سب بتا دیا۔"

اس کا سانس پھول رہا تھا اور اب آنکھ کے کنارے ذرا ذرا بھیگے ہوئے بھی لگ رہے تھے۔

"میں چڑچڑی ہوتی چلی گئی۔ اکلوتی تھی...... باپ نخرے برداشت کر لیتے تھے۔ مگر بھائی...... بڑ بھائی کی شادی میری خالہ کی بیٹی سے ہوئی۔ وہ می ہم عمر تھی...... اس کے جذبات بھی میری طرح تھے جب سج سنور کر گھر میں پھرتی۔ میرا بھائی اس کے اٹھاتا تو مجھے غصہ آتا...... اللہ سے شکوے شکایا بڑھنے لگے۔ مجھے وہ شیر خوار بچیاں اپنے سے اچھ لگتیں، جنہیں زمانہ جاہلیت میں دفن کر دیا جاتا تھا عورتیں جنہیں کاری کر کے قتل کر دیا جاتا تھا اور وہ ب جن کی شادیاں زمین یا قرآن پاک سے کر دی جا تھیں۔ ان عورتوں کو میرے جیسے مسائل نہیں تھ مہران! انہیں انسان ہوتے ہوئے بھی بھیڑ بکری طرح لوگوں کے آگے نہیں رکھا گیا تھا کہ قربانی لیے پسند کر لی جائیں۔ توبہ...... اللہ مجھے معاف کر میری ذہنی حالت بگڑنے لگی۔ بھابھی اور امی جھگڑے روز بروز زیادہ ہونے لگے۔" اس "زنبیل" سے رومال نکال کر آنکھیں صاف کیں۔

"ایک دن جب بھابھی سے جھگڑا حد سے بڑھا بھائی نے کہا اباجی! اس گھر میں آپ کی ناکارہ منحوس بی رہے گی یا پھر میں۔" ظاہر ہے اباجی مجھے تو نہیں نکا سکتے تھے، اس لیے بیٹا علیحدہ گھر لے کر رہنے لگا۔ اس دن کے بعد سے اباجی کا رویہ میرے ساتھ بے حا تبدیل ہو گیا۔ امی اٹھتے بیٹھتے اس لمحے کو کوسنے لگیں جب انہوں نے مجھے اعلا تعلیم دلوانے کا سوچا تھا اور تب مجھے احساس ہوا کہ میں اپنے پیاروں کے لیے "عذاب" ہوں۔"

خدیجہ کی گفتگو کے درمیان وقفے بڑھ رہے تھے اور ماحول میں غم ناک بوجھل پن۔

"میرے "ہونے" سے میرے ارد گرد رہنے والے کس قدر مسائل کا سامنا کر رہے تھے۔ اس روز میں نے حقیقت پسندی سے اپنا جائزہ لیا۔ میں "عذاب" نہیں تھی مگر "ناکارہ" ضرور تھی۔ مجھے اللہ نے اتنی ہی محبت سے تخلیق کیا تھا جتنا کہ باقی لوگوں کو کیا گیا تھا۔ مجھے زندگی کی نعمت عطا کی گئی تھی۔ زندگی اللہ کی امانت

ہے اور میں اس امانت میں کس بری طرح سے خیانت کی مرتکب ہو رہی تھی۔ میں اس کا بے دریغ استعمال کر رہی تھی اور اس طرح کر رہی تھی کہ کوئی فائدہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ میرا بھائی اگر مجھ سے بد ظن ہوا تھا تو صحیح ہوا تھا۔ میں ان سب کے لیے مشکلات بڑھا رہی تھی۔ کوئی کب تک کسی کو بے وجہ بستر پر بیٹھ کر کھلائے۔ میں نے جاب کرلی۔ ہر غلط سوچ کو ذہن سے جھٹک کر میں نے خود کو اسکول اور بچوں میں گم کرلیا۔ دل سے ہر خواہش کھرچ ڈالی۔ حالات تھوڑے سے بہتر ہو گئے مگر انسانی نفسیات کا المیہ ہے نا' وہ اگر ایک راستے سے گزر جائے تو وہ اس کے لیے پرانا ہو جاتا ہے۔ میرے ماں باپ اچھے ہیں مگر دوسرے بھائی کی بھی شادی ہو گئی۔ میں نے اپنی بڑی بھابھی کو جتنا تنگ کیا تھا' چھوٹی بھابھی نے مجھے اس سے زیادہ تنگ کیا۔ اب تو امی ابا میں اتنی سکت بھی نہیں کہ وہ دوسرے بیٹے کی جدائی برداشت کر سکیں' اس لیے وہ بھی اب مجھ پہ اتنے مہربان نہیں۔ قصور ان کا نہیں ہے مہران! بس کیا کہوں... شاید قسمت... یا پھر میری غلطی... اپنی تعلیم کے زعم میں بہت ابتدا میں کچھ ایسے پروپوزلز میں نے ریجیکٹ کیے جو صرف تعلیم کی کمی کے باعث میری ناک کے نیچے نہیں آتے تھے۔ حالانکہ باقی ہر خصوصیت میں وہ پرفیکٹ تھے۔ اب مزید کیا کہوں... خیر... اللہ وارث... ایم ایڈ مکمل ہو تو پھر سے اسکول جانا شروع کردوں گی۔"

وہ اب خاموش ہوئی تو کافی دیر خاموش رہی۔

"تو آج ہم نے یہ سیکھا کہ عورت' مرد سے زیادہ مظلوم ہے اور اسے ان معاشرتی حالات میں زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔"

وہ ایک دم سے ہنستے ہوئے بولی۔ مہران اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کس قدر گہری تھی وہ۔ "کیا چیز ہو تم خدیجۃ الکبریٰ۔"

اس نے سوچا۔

دوستو!!!

دعا کرنا

وہ گھڑی نہ آجائے

جب ہمارے ہونٹوں پر گیت ہو مسرت کا

اور ہماری آنکھوں میں آنسوؤں کا موسم ہو

وہ بھول گیا لمحہ بھر کے لیے اسے رفعت کے سلسلے میں بات کرنا ہے۔ رفعت کی بات کرنا کس قدر ضروری تھا مگر اس نے سوچا اس لڑکی سے اپنے بارے میں کچھ ڈسکس کرلیا جائے۔ شاید اس کے دکھی دل کے لیے مرہم کا بندوبست ہو جائے۔

"اگر اس قسم کے حالات کا سامنا کرنے پر تم خود کو مظلوم کہہ سکتی ہو تو پھر میں بھی مظلوم ہوں۔"

اس نے بات کا آغاز کیا۔

"حالانکہ میں عورت نہیں ہوں مگر میں ثابت کر سکتا ہوں کہ مرد کو بھی کم و بیش ان حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمہیں یہی شکایت ہے نا کہ تمہیں ڈی گریڈ کیا گیا... تمہاری تضحیک ہوئی... تمہیں بارہا ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا کہ تمہیں محسوس ہونے لگا کہ تم پل صراط پر چل رہی ہو' تمہیں آس و نراش میں گھرے رہنا پڑا... تمہیں اعصاب کی جنگ لڑنا پڑی... تمہیں اپنی شخصیت کے "صفر" ہو جانے پر دکھ تھا... یہ دکھ تو مرد بھی محسوس کرتا ہے خدیجہ...! بارہا محسوس کرتا ہے... میرے ماں باپ کا انتقال ہوا تو میں بہت چھوٹا تھا... خالہ خالو نے اپنے گھر میں لا کر مجھے "خادم" ٹائپ ملازمت پہ لگا دیا۔ وہ اچھے لوگ تھے مگر میں نے سیکھا کہ جب کوئی اونچی آواز میں بات کرے تو سر جھکا کر دوڑے جاؤ اور "حاضر جناب" یا "جی مالک" کے علاوہ کوئی بات نہ کرو۔ وہ خدا ترس لوگ تھے' مجھے پڑھا لکھا دیا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو جلا بخش دی مگر پھر مجھے قسمت کے ہیر پھیر نے خالہ کے گھر پہنچا دیا۔ تمہارے ماں' باپ بھائی سب تمہارے اپنے تھے پھر بھی تم ان کے بدلتے رویوں کی اذیت کو محسوس کرتی ہو اور مجھے تو کبھی محبت یا شفقت ملی ہی نہیں تھی۔ میری شخصیت میں اعتماد کی کمی تھی... انداز گفتگو میں اعتماد کی کمی کے باعث ہکلاہٹ موجود تھی... زندگی میں کبھی اچھا کھانے کو ملا نہ پہننے کو...

اچھے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ بھی نہ آیا۔۔۔ میرا دل جانتا ہے، میں نے ایف اے کے بعد بی اے پھر ایم اے، بی ایڈ وغیرہ کیسے کیا۔۔۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔۔۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ میری امیدیں کیسے ٹوٹیں؟

میں نے بھی وہ دکھ محسوس کیا ہے جو تم نے ریجیکشن میں محسوس کیا تھا۔ مجھے بھی لگا تھا کہ مجھے لیٹ ڈاؤن کیا گیا ہے۔ جانتی ہو، یہ سب سے پہلی مرتبہ کب ہوا؟ میں نے اپنے چھوٹے سے شہر میں کالج میں پولیٹیکل سائنس کے لیکچرر کے لیے درخواست دی۔ کالج میں آسامی خالی تھی، ایڈہاک پر ملازمت تھی، چھوٹا موٹا ٹیسٹ بھی ہوا تھا جو میں نے اچھے مارکس سے پاس کیا تھا پھر انٹرویو کا سلسلہ شروع ہوا۔

میری زندگی کا پہلا انٹرویو تھا۔ پہننے کو اچھے کپڑے بھی نہیں تھے۔۔۔ ایک دوست سے اس کا ذرا بہتر قسم کا شلوار قمیص ادھار مانگا اور جوتا دوسرے دوست سے۔ ڈرتے ڈرتے انٹرویو کے لیے پہنچا۔۔۔ وہاں مجھ سے بہتر لوگ موجود تھے۔

مجھے دیکھ کر دو سوالات کے بعد ہی صاف جواب دے دیا گیا۔ میں نے جانا شخصیت کا "صفر" ہو جانا کیا ہوتا ہے۔ میں نے جانا مجھ میں کون کون سی خامیاں ہیں۔ میں نے وہی دکھ محسوس کیا جو تم نے کیا پھر تمہاری طرح مجھے بھی بہت بار "ریجیکشن" کا دکھ سہنا پڑا۔ میں نے بھی وہی۔۔۔ فرسٹریشن محسوس کی خدیجہ! لوگوں کے منہ سے تضحیک آمیز جملے بھی سنے۔ بہت بار۔۔۔ بار بار۔۔۔ ہر بار میرے خواب بھی ٹوٹے۔۔۔ کسی کو بھی میری، میری قابلیت کی ضرورت نہیں تھی۔

مجھے بھی تمہاری طرح غصہ آنے لگا مگر میں کس پر غصہ نکالتا۔ جیسے تمہیں زمانۂ جاہلیت کی شیر خوار بچیاں، معصوم بے گناہ کاری عورتیں اور قرآن پاک سے بیاہے جانے والی عورتیں اچھی لگنے لگی تھیں، اسی طرح مجھے بھی دہشت گرد، اسمگلر، چور، ڈاکو سب اچھے لگنے لگے۔ انہیں کم از کم میرے جیسے مسائل کا سامنا نہیں تھا۔"

وہ خاموش ہوا۔ انسان بھی عجیب ہے، آنسوؤں کو روکنا چاہتا ہے تو زبان کو زحمت دیتا ہے اور زبان کی رفتار کم کرنا چاہتا ہے تو آنسوؤں کے پہرے اٹھا دیتا ہے۔ مہران کی آنکھ کے گوشے بھیگ رہے تھے۔

"میں ایک اکیلا تو اس قسم کے مدار میں نہیں پھنسا ہوا خدیجہ! ایسے ہی لاکھوں ہزاروں لڑکے ہیں جو گھروں سے صبح صبح امید پہن کر نکلتے ہیں اور شام کو مایوسی کا کٹا پھٹا چولہ پہن کر گھروں کو واپس آجاتے ہیں۔ ان کی فرسٹریشن بھی ان لڑکیوں کے برابر کی ہے جو گھروں میں اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔"

اس نے گہری، بے حد گہری سانس بھر کر کہا تھا۔

"تو پھر آج ہم نے سیکھا کہ صرف عورت نہیں مرد بھی اس معاشرے کا مظلوم و مجبور ترین جانور ہو سکتا ہے۔"

وہ گہری سانس بھرنے کے بعد شاید خود کو توانا محسوس کر رہا تھا۔ خدیجہ نے اس کی جانب دیکھا پھر مسکرائی جیسے کوئی سرسری سا مسکرائے یا پھر شاید مسکرانے کی کوشش کرے۔ مہران اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اتنی دیر کی مغز ماری میں بہت اچھی باتیں ہوئی تھیں مگر جو "سب سے اچھی" بات اسے کرنا تھی، وہی رہ گئی تھی۔ اس نے "وہ" بات آنے والے کسی دن پر اٹھا رکھی۔ آخری پوائنٹ سے جانے والے لوگ بھی اب اکا دکا ہی نظر آرہے تھے کیونکہ موسم بھی کچھ خراب ہو رہا تھا۔ بادل گھر گھر آئے تھے اور ٹھنڈی مگر شرارتی ہوا ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

"کس قدر رومینٹک موسم ہے۔" مہران نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

وہ اپنی زنبیل اٹھا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"ہاں۔۔۔ بہت۔۔۔ سموسے اور پکوڑے کھانے والا موسم ہے نا۔"

وہ مزا لیتے ہوئے بولی۔ اس کی آنکھیں بھی سموسے اور پکوڑوں کے نام پر چمک اٹھی تھیں۔ مہران جی بھر کر بدمزہ ہوا۔

"احمق! اچھی سی موسیقی سننے اور بارش کی رم جھم

کو ہتھیلیوں پر محسوس کرنے کا موسم ہے۔"

وہ دھیمی سی آواز میں بولا۔

"ہیں۔۔۔؟" خدیجہ نے ہونق بن کر اس شاعرانہ بات کو ہضم کیا۔ مہران نے مزید کچھ نہیں کہا۔ وہ رفعت کو مس کرنے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

"تم نہیں سمجھو گے مہران علی! تم سمجھ ہی نہیں سکتے۔" اس نے مہران کی ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر کے جواب میں فقط ایک ہی جملہ کہا تھا لیکن یہی ایک جملہ مہران کو آگ لگا گیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں احمق، چغد، گھامڑ، پاجی، الو کا پٹھا ہوں مگر تم اپنا پوائنٹ آف ویو کلیئر کرنے کی کوشش تو کرو۔ کیا پتا میری سمجھ میں آ ہی جائے۔"

اس نے انتہائی تپ کر کہا تھا مگر اس کے مقابل بیٹھی محترمہ کے کانوں پر حقیقی معنوں میں جوں تک نہیں رینگی تھی۔ اس نے مہران کے سخت لب و لہجے اور چہرے کے تاثرات کو خاطر میں لائے بغیر سامنے پڑے شاپنگ بیگ سے دو کینو برآمد کیے۔ ایک میز پر مہران کے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے لیے چھیلنے لگی۔

"قسم سے، بہت میٹھا ہے۔ لو نا تم بھی۔"

وہ قاش منہ میں رکھتے ہوئے بولی تھی۔ مہران اسے گھورتا رہا مگر خدیجہ نے لمحہ بھر کے لیے بھی کینو سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔ وہ کینو کی قاشیں منہ میں یکے بعد دیگرے رکھ رہی تھی اور "پھوں پھوں" کر کے منہ سے بیج نکال رہی تھی۔

مہران کو اس کے رویے پر حیرت نہیں ہوتی تھی کیونکہ خدیجہ کی حرکات پر اس نے بہت پہلے حیران ہونا چھوڑ دیا تھا۔ آج اسے اس پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ اس کی بات کی گہرائی اور سنجیدگی کو محسوس ہی نہیں کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ رفعت کو ڈیپارٹمنٹ میں دیکھتے ہی اس کے پاس دوڑا آیا تھا تاکہ وہ اس کی یعنی مہران کی طرف سے رفعت سے بات کر سکے۔ ڈیپارٹمنٹ میں دوسرے، بہت سے کلاس فیلوز بھی تھیسز جمع کرانے کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے۔ اسی لیے وہ خدیجہ کو لے کر لائبریری میں آ گیا تھا تاکہ اسے اپنا رازدار بنا سکے مگر وہ "سودائن" مہران کے جذبات کو سمجھ ہی نہیں رہی تھی اور اگر سمجھ بھی رہی تھی تو سنجیدگی سے نہیں لے رہی تھی۔

"وہ چلی جائے گی خدیجہ!" اس نے خدیجہ کے منہ سے نکلنے والے بیجوں اور ان کے نشانوں سے اکتا کر کہا۔

"کون۔۔۔؟" وہ سر اٹھا کر حیرت سے بولی۔ مہران کا دل چاہا اسے کھینچ کر دو تھپڑ لگائے۔

"رفعت۔۔۔ رفعت آرا بیگم۔۔۔ بنت حاجی مراد علی۔" اس نے دانت کچکچا کر کہا۔

خدیجہ کو کسی بات کے لیے سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کرنا دنیا کا مشکل ترین کام تھا اور اگر مہران نے اس کے سنجیدہ روپ نہ دیکھے ہوتے تو وہ اس کام کو ناممکنات میں سے سمجھتا۔

"رفعت چلی جائے گی تو کیا ہوا۔۔۔ جانے دو۔۔۔ تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔۔۔ تم نے کیا اس سے قرضہ لینا ہے۔"

اس نے نیم سنجیدگی سے کہا۔ مہران نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔ خدیجہ کو بات سمجھانا اتنا مشکل ہو رہا تھا تو بھلا رفعت کو کیسے سمجھا پاتا۔

"خدیجہ۔۔۔ خدیجہ۔۔۔ پلیز یار! تم کیا میرے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتیں۔ یہ میری ساری زندگی کا معاملہ ہے، تم چند لمحے کے لیے اگر سنجیدگی سے میری بات سن لو تو میں زندگی بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ خدیجہ نے لمحہ بھر کے لیے اس کی جانب دیکھا۔ خدیجہ کی آنکھوں کی چمک آج کچھ ماند دکھائی دیتی تھی۔ اس کی آنکھیں بہت روشن اور بڑی بڑی تھیں۔ اگرچہ عینک کا غلاف ان آنکھوں کی خوبصورتی کو ڈھک لیتا تھا مگر پھر بھی ایک نظر دیکھنے والے کو بھی پتا چل جاتا تھا کہ اس چہرے پر صرف ایک ہی کام کی چیز تھی اور وہ اس کی

چمکتی روشن آنکھیں ہی تھیں۔

"میں سنجیدہ ہوں مہران! تم کہو جو بات تم کہنا چاہتے ہو۔ میں ڈیپارٹمنٹ سے لائبریری صرف تمہاری باتیں ہی سننے آئی ہوں۔"

وہ میز پر پڑے کینو کے چھلکے شاپر میں ڈالتے ہوئے بولی۔

"میں نے تمہیں سب کچھ بتا تو دیا ہے، مجھے وہ بہت اچھی لگتی ہے۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں، تم اس سے بات کرو۔ یہ مت سمجھنا کہ میں اس سے بات نہیں کر سکتا، میں کر سکتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ میرے بی ہاف پر پہلے تم اس سے بات کرو۔"

مہران نے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے اسے پھر سے سب بتا دیا۔

"مہران! وہ... دراصل..." خدیجہ نے کہا پھر سانس لیا پھر تھوک نگل کر بولی۔

"مہران... تمہارے... تمہارے حصے کا کینو میں کھالوں؟"

مہران اس کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس کی بات سن کر چہرے کے زاویے لمحہ بھر میں بدلے۔ اس کا پارہ انتہا کو چڑھ چکا تھا۔

"ہاں... ضرور... کھالو... تم کینو کھاؤ... میں چلتا ہوں، مجھے جمی سے کچھ کام ہے۔"

وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے اٹھا، کرسی گھسیٹی اور مڑ گیا۔

"مہران... مہران... رکو تو... ایک منٹ میری بات تو سن لو۔"

خدیجہ کو شاید مہران کے اس طرح برافروختہ ہو جانے کی امید نہیں تھی۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے، پلیز واپس آؤ تو سہی۔ رفعت ہی کی بات ہے۔"

خدیجہ نے تقریباً منت کرتے ہوئے کہا۔

"رفعت" کے نام پر مہران رک گیا۔

یہ مہران جانتا تھا کہ وہ انگیجڈ نہیں ہے اور کہیں اور وہ کمیٹڈ یا انوالوڈ ہو سکتی ہے، اس کی مہران کو امید نہیں تھی۔ اس کی سماعتیں خدیجہ کی جانب مبذول تھیں۔

"تم کیوں نہیں سمجھتے مہران! رفعت... میری بات سن کر بھڑک اٹھے گی... اسے یہ سب اچھا نہیں لگے گا... وہ مجھ پر غصہ ہوگی... میں اسے بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں... وہ کس طرح کے لڑکوں... میرا مطلب وہ زندگی میں کیا چاہتی ہے۔ وہ کبھی نہیں مانے گی مہران!"

خدیجہ نے بہت دقت سے بات مکمل کی تھی۔ مہران نے حیرانی اور ناگواری سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیوں خدیجہ! وہ کیوں نہیں مانے گی؟"

اس نے پلٹ کر خدیجہ کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا پھر وہ دوبارہ اس کے قریب آگیا۔ اس کو خدیجہ کے بے بنیاد خدشات پر ہنسی آنے لگی تھی۔ وہ اسے کیسے سمجھاتا کہ اس نے رفعت کی آنکھوں میں اپنے لیے کتنے جذبات دیکھے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو مخاطب نہیں کرتے تھے مگر پھر بھی وہ جانتا تھا کہ رفعت کی آنکھیں اسے دیکھ کر چمک اٹھتی ہیں اور یہ چمک ہی مہران کو حوصلہ دیتی تھی۔

"تم نہیں سمجھو گے مہران!" خدیجہ نے سر جھکا کر کہا۔ وہ نجانے کیوں مہران کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ مہران کو اچانک ہی کچھ کلک ہوا تھا۔

"خدیجہ اس قدر کشمکش و پیچ کا شکار کیوں ہے۔" اس نے سوچا۔ یکایک بے یقینی و بدگمانی کا ننھا سا بیج اس کے دل میں تناور درخت بننے کا مرحلہ طے کرنے لگا تھا۔ وہ اطمینان سے دوبارہ خدیجہ کے سامنے بیٹھ گیا، اسے دو ٹوک بات تو کرنا ہی تھی۔

"میں... میں تمہیں کیسے سمجھاؤں... تم خود کیوں نہیں سمجھتے مہران!"

وہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے عجیب سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ مہران نے گہری سانس بھر کر اس کی طرف دیکھا۔ خدیجہ کا انداز اس کے تمام تر خدشات کی تصدیق کر رہا تھا۔ اس کے دل میں لاوا پکنے لگا تھا۔

"تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا خدیجۃ الکبریٰ؟" اس نے دل ہی دل میں حقارت سے کہا۔

"میں نے ایک دفعہ کہیں ایک لطیفہ پڑھا تھا۔ اس میں کلاس کی ایک ہونق ترین لڑکی کو اس کے کلاس فیلوز "پھپھی" کہہ کر چھیڑتے تھے' سوائے ایک لڑکے کے۔ کلاس اس لڑکے کو "پھپھا" کہہ کر چھیڑتی تھی۔ تم جانتی ہو مجھے یہ لطیفہ کیوں یاد آرہا ہے۔ تم مجھے کلاس کا "پھپھا" بنانا چاہتی ہو نا۔"

وہ تحمل سے بات کر رہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں تضحیک اور ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔

خدیجہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"میں سمجھی نہیں مہران!"

وہ تحیر سے بولی۔ مہران نے مصنوعی ہنسی سے اس کی جانب دیکھا اور اس کے چہرے پر "اچھا آآآآ" والے تاثرات تھے۔

"تم نے کیا سوچا خدیجہ! میں تم سے شادی کرلوں گا؟ اپنالوں گا تمہیں؟ ارے تم سے ہمدردی کرنے کی اتنی بڑی سزا ملتی ہے کیا؟ میں نے تمہیں ایک معصوم لڑکی سمجھ کر دو دن تم سے ہنس کر بات کیا کرلی' تمہارے دکھڑے کیا سن لیے' تم تو سر پر چڑھ آئیں۔ اتنے اونچے اونچے خواب دیکھنا شروع کردیے تم نے' حالانکہ....."

مہران نے جان بوجھ کر توقف کیا۔ وہ اب صرف خدیجہ کی آنکھوں کو فوکس کیے ہوئے تھا۔ ان آنکھوں پر عینک تھی اور اس عینک کے عقب میں مہران کو نجانے کون کون سی امیدیں اور خوش فہمیاں ہلکورے لیتی نظر آئیں کہ وہ سب کا دشمن ہوگیا۔

"حالانکہ خدیجہ! تمہیں کچھ تو سوچنا چاہیے تھا۔ ارے کچھ تو سوچا ہوتا۔ کہاں میں اور کہاں تم۔ کیا تم سے تمہاری شخصیت کی خامیاں اس قدر مخفی ہیں کہ تم ہر احتیاط بالائے طاق رکھ کر مجھ سے محبت کرنے لگیں۔"

"محبت.....؟" خدیجہ کے منہ سے صرف یہی لفظ نکلا تھا۔ اسے مہران کے لفظوں سے زیادہ آنکھوں سے ڈر لگ رہا تھا۔ ان آنکھوں میں کس قدر اجنبیت تھی۔

اس ایک اجنبیت کو ختم کرنے کے لیے تو وہ اپنا آپ بھی قربان کرسکتی تھی مگر اب اس کے پاس اپنا آپ بھی کہاں بچا تھا۔ اس کا اپنا وجود مٹھی میں سے ریت کی طرح پھسل کر اس کی نظروں میں بہہ گیا تھا۔

"چلو محبت تمہارا ذاتی معاملہ ہے' تمہیں تو کسی سے بھی محبت ہوسکتی ہے۔ میں نے تم سے ہمدردی کے دو بول بولے' تمہیں مجھ سے محبت ہوگئی مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم میرے اور رفعت کے معاملے میں روڑے اٹکانے کی کوشش کرو یا اس کے لیے میرے دل میں بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ کم از کم میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ قصور تمہارا نہیں ہے۔ خدیجہ.....! قصور میرا ہے..... مجھے تو شروع سے ہی سب کلاس فیلو ٹوک رہے تھے کہ بواجی' معاف کرنا شاید تمہیں یہ بھی نہیں پتا کہ ساری کلاس تمہیں کن کن ناموں سے یاد کرتی ہے..... جمی لوگ تمہیں "بواجی" غفار لوگ "آئٹم"....." خدیجہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"سوداٸن..... احمق..... چیز..... بونگی..... لطیفہ..... تماشا..... بکل مارکہ..... پھٹیچر..... ہونق..... جھلی..... کملی..... پاگل۔ مجھے پتا ہے مہران..... میں جانتی ہوں کہ کلاس مجھے کیسے یاد کرتی ہے..... میں جانتی ہوں۔ میری حقیقت کیا ہے۔ چلو خیر' دفع کرو' مٹی ڈالو' مجھے اجازت دو۔ دراصل جمی کی بہن کی کہیں بات چل رہی ہے۔ اس نے مجھے استخارہ کرنے کے لیے کہا تھا۔ مجھے اس سے بھی ملنا ہے ابھی۔ بہت پریشان ہیں اس کی والدہ بیٹی کے رشتے کے لیے..... ویسے استخارہ تو مثبت آیا ہے..... خدا کرے بات بن جائے..... اچھا میں چلتی ہوں اور ہاں' یہ کینو کھالو۔ میٹھا ہے بہت..... خدا حافظ۔"

اس نے چیزیں سمیٹیں' چادر درست کی اور یہ جا وہ جا۔ مہران اندر تک جل گیا۔ لاوا ابلنے لگا تھا۔ وہ بھی ڈیپارٹمنٹ کی طرف چل پڑا۔

"اونہہ..... سمجھتی کیا ہے خود کو۔ بکل مارکہ..... ارے اتنے نخرے۔ مجھے بات بھی پوری نہیں کرنے

دی اور اپنی کہہ کر یہ جا وہ جا۔۔۔ سچ ہے کہ آج کا زمانہ بہت منافق ہے۔ کیسے سب کے سامنے معصوم بنتی ہے مگر اندر سے "پوری" ہے۔ ہر چیز کی خبر ہے مگر دوسروں کے سامنے اپنی شخصیت پر پردے ڈالے رکھتی ہے۔ جن لوگوں کو ہمدردیاں سمیٹنے کی عادت پڑ جائے، انہیں پھر سچی بات اچھی بھی نہیں لگتی۔ بھئی اب برا لگا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ سارے زمانے کے لیے تماشا بنی پھرتی ہیں۔ اب میں محترمہ سے تعلق جوڑ کر خود تماشا نہیں بن سکتا۔ ایسی شخصیت ہونی چاہیے ایک لڑکی کی؟ ایسی۔۔۔؟ ایسی۔۔۔؟ ارے اتنی پھٹیچر۔۔۔ جیسے اپنے وجود پر شرمندہ ہو۔۔۔ ہمہ وقت پھسلتی چادر اور گرتی عینک کی فکر۔۔۔ بھری کلاس میں محترمہ سے کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں نے ذرا گھاس کیا ڈال دی۔ محترمہ پھیل گئیں۔ اونہہ۔۔۔ بھائی بھائی کر کے سب کے پیچھے پھرتی تھی۔۔۔ توبہ۔۔۔ مجھے بھی محتاط رہنا چاہیے تھا۔ مجھے تو سلیم نے پہلے ہی ٹوکا تھا کہ اس کو زیادہ منہ لگانے کی ضرورت نہیں۔ محترمہ پورا سوڑا ہے مگر میں نے بھی ہمدردی میں حد کر دی۔ ارے اتنی بھی کیا انسانیت کی پروا، بھگتو بیٹا مہران۔۔۔"

وہ ڈپارٹمنٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اسے راستے میں خدیجہ کہیں نظر نہیں آئی۔ شاید وہ مین روڈ کی طرف سے ڈیپارٹمنٹ جا رہی تھی۔

"مجھے رفعت سے خود ہی بات کرنا پڑے گی۔" اس نے سوچا اور اندر سے کسی قدر گھبراہٹ کا شکار بھی ہوا تھا مگر اسے بات تو کرنا ہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"آپ تو ذرا بھی تبدیل نہیں ہوئے مہران!"

وہ اپنی دلنشیں مسکراہٹ کی بجلیاں دائیں بائیں گراتے ہوئے بولی۔ میرون شلوار قمیص کے ساتھ وہ وائٹ اسکارف اور میرون اور سفید دوپٹہ لیے ہوئے مہران کو ہر دن سے زیادہ اچھی لگی۔ اس کے اس طرح سے کہنے پر مہران کے چہرے پر عجب خجالت بھری مسکراہٹ آئی تھی۔ وہ بہت مشکل سے رفعت کے سامنے مدعا بیان کر پایا تھا۔ نجانے اسے کیا ہو جاتا تھا کہ وہ بہت بااعتماد طریقے سے گفتگو نہیں کر پاتا تھا۔

"ابھی تک ویسے کے ویسے ہی ہیں، احمق اور ہونق ٹائپ۔ کشمالہ لوگ آپ کو درست "اللہ میاں کا پہاڑی بکرا" کہتی ہیں۔"

وہ بہت متانت مگر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ اس کی باتوں میں طنز یا تضحیک کے بجائے صرف حقارت تھی۔

"آپ نے مجھ سے بات کی، میں نے سن لی مگر خدارا کسی اور کے سامنے یہ سب ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ میں آپ کو اچھی لگتی ہوں اور فیملی لائف وغیرہ وغیرہ۔۔۔ میری بھی چار لوگوں میں عزت ہے بھئی۔"

رفعت کا انداز گفتگو وہی تھا۔ میٹھا سا، پروقار، اپنائیت بھرا۔ لہجے کو انتہائی مہذب رکھ کر کسی کی ذات کے بخیے ادھیڑنا اگر کوئی فن ہے تو رفعت اس فن میں یکتا تھی۔

"میں تو شکر کر رہی ہوں کہ وہ لوگ یہاں موجود نہیں، ورنہ میرا کتنا ریکارڈ لگتا، کس قدر بے عزتی ہوتی۔ مجھے بتائیے، میرے کس فعل سے آپ کو یہ غلط فہمی لاحق ہوئی کہ میں آپ میں انوالو ہوں۔ میں نے تو شاید سلام دعا کے علاوہ آپ سے کبھی بات بھی نہیں کی۔"

رفعت دنیا جہان کی حیرت چہرے پر پھیلائے کہہ رہی تھی۔

"آپ کا سورس آف انکم کیا ہے، کیا کماتے ہیں آپ، کتنی تنخواہ ہوگی آپ کی۔ کیا اتنی تنخواہ میں آپ ایک ویل آف فیملی کی کسی لڑکی کا خرچا اٹھا سکتے ہیں۔ کیا آپ اس قابل ہیں کہ میرے جیسی لڑکی کی تمام تر خواہشات کو پورا کر سکیں۔ معاف کیجئے گا مہران صاحب! آپ نے کچھ زیادہ کی خواہش کر لی۔ انسان پہلے اپنے آپ کو دیکھے پھر کسی چیز کی چاہ میں مبتلا ہو۔ آپ تو بس ابھی تک اس قابل ہو پائے ہیں، کہ بااعتماد

طریقے سے کسی مسجد کے امام بن سکیں۔ آپ کو اپنے گاؤں سے یہاں آئے کتنا عرصہ ہو گیا مگر ابھی تک آپ کا ڈریس سینس نہ بہتر ہو سکا۔ آپ کو یہ نہیں پتا چلا کہ جینز' ٹراؤزر اور ٹی شرٹ آخر کس چیز کا نام ہے اور آپ آ گئے مجھے پروپوز کرنے۔ آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں ایک ناکام شخص... سیمی مولوی ٹائپ شخص سے شادی کے لیے تیار ہو جاؤں گی۔"

رفعت نہایت آرام سے اسے بے عزت کیے چلی جا رہی تھی۔ اس کا انداز چیخنے چلانے والا نہیں تھا۔ بس ایسے جیسے مہران سے کسی اور شخص کے بارے میں بات کر رہی ہو۔

"مجھے آپ کے سامنے یہ سب باتیں کرتے ہوئے خوشی نہیں ہو رہی۔ مجھے یہ بھی احساس ہے کہ میں آپ کو ہرٹ کر رہی ہوں مگر حقیقت پسند ہو کر سوچیے' آپ کو خود ہی پتا چل جائے گا کہ میں صحیح کہہ رہی ہوں یا غلط۔ آپ نے زمانے کا چلن سیکھا ہی نہیں۔ نجانے آپ کی ذات کے ساتھ کیا مسائل لاحق رہے ہیں کہ آپ کو آج کے دور میں طریقے سے موو کرنے کا آرٹ آیا ہی نہیں۔ آپ ایک ناکام شخص ہیں۔ بہت ابتدا میں آپ کے بارے میں پتا چلا تھا کہ آپ سی ایس ایس کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم سب مل کر آپ کے بارے میں بات کیا کرتے تھے تو یہی سوچتے تھے کہ بھلا ایسا شخص جو کسی لڑکی سے سیدھا کھڑے ہو کر آنکھیں اٹھا کر اعتماد سے بات نہیں کر سکتا' وہ سی ایس ایس کیسے کر پائے گا۔ چلو تحریری امتحان تو ایک زمانہ کلیئر کر لیتا ہے مگر انٹرویو... سائیکالوجیکل ٹیسٹ ان سب چیزوں میں آپ جیسے چغد... سوری ٹو سے... کلاس آپ کو ان ہی ناموں سے یاد کرتی ہے... آپ جیسے ناکام شخص کا سی ایس ایس کر لینا کم از کم میرے لیے اس صدی کا معجزہ ہو گا... میں نے شاید ایک دفعہ آپ سے بات بھی کی تھی اس سے متعلق۔ ان دنوں کشمالہ وغیرہ آپ کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ میری ان لوگوں سے چپقلش چل رہی تھی۔ میں نے آپ کو سمجھانا چاہا تھا کہ وہ لڑکیاں آپ کا غلط استعمال کر رہی ہیں اور آپ... جیسا شخص جو کشمالہ جیسی لڑکی سے چیٹ ہو سکتا ہے' وہ بھلا زندگی میں کامیاب کیسے ہو گا اور آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک ناکام شخص سے زندگی بھر کا تعلق جوڑ لوں۔ مجھ سے اپنی زندگی کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی نہیں ہو گی مہران صاحب!"

وہ اپنے بارے میں سوچ رہی تھی تو کچھ غلط نہیں کر رہی تھی۔ سب اپنے اپنے بارے میں ہی سوچتے ہیں۔ مہران نے بھی ہمیشہ اپنے بارے میں ہی سوچا تھا۔ جب کسی کے ساتھ بھلائی کی تھی تو پہلے اپنا مفاد دیکھا تھا پھر نیکی کرنے کے بارے میں یہی سوچا تھا۔ شاید سب لوگوں کا نیکی کے بارے میں یہی تصور ہوتا ہے۔ مہران بس سر جھکائے کھڑا تھا۔

"میں آپ کی انسلٹ نہیں کرنا چاہتی۔" رفعت نے پھر کہنا شروع کیا۔

"آپ کافی کر چکی ہیں۔" مہران نے سوچا۔ پہیے کے نیچے آنا کیسا ہے' یہ پہیے کے نیچے آ کر پتا چلتا ہے۔ وہ خدیجہ کے سامنے ایسی ہی باتیں کر کے آیا تھا اور اب جب اس کے سامنے اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں تو اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بارے میں یہ سب کہا جا رہا ہے۔

"میں نے تو کبھی زندگی میں یہ نہیں سوچا کہ میں کسی سے شادی کروں گی۔ آج کل کوئی لڑکی بھی کسی مولانا ٹائپ شخص سے شادی نہیں کرنا چاہتی پھر ایسا شخص...؟" وہ خود ہی خاموش ہو گئی۔

"کیسا شخص؟" مہران نے منہ سے کچھ نہیں کہا مگر سوچا ضرور۔

"بہرحال' میں شرمندہ ہوں کہ مجھے آپ کے سامنے یہ سب باتیں کرنا پڑیں مگر سچ تو یہ ہے کہ سب لوگ ہی آپ کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں۔ میرا صرف اتنا قصور ہے کہ میں نے یہ باتیں آپ کے منہ پر کہہ دی ہیں۔ مجھ سے منافقت نہیں ہوتی۔ میں ایسے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ آپ جیسے شخص کے ساتھ لائف کتنی بورنگ ہو گی۔ مجھے امید ہے آپ میری صاف گوئی کا برا نہیں مانیں گے۔ میں چلتی ہوں'

مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

اس نے اپنی فائل درست کی' اس پر پڑے کچھ ہینڈ آؤٹ کو دوبارہ فائل میں رکھا اور اپنی پر اعتماد چال چلتی ہوئی نجانے کس سمت چل دی۔ مہران میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھتا۔

زندگی میں اتنا کچھ کم ملا تھا کہ اب لفظ "کمی" بھی چھوٹا لگنے لگا تھا۔ اس نے دھتکارے جانے کی اذیت پہلے بھی محسوس کی تھی مگر آج یہ اذیت ہر حد کراس کر گئی تھی۔ اس کے منہ پر قسمت نے زوردار طمانچہ رسید کیا۔ اس طمانچے کی اذیت نے اس کی شخصیت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

عام لوگوں کے عام دکھ جنہیں کوئی حقیقت نہیں مانتا' مہران وہی دکھ محسوس کر رہا تھا۔ ایسے لاوارث دکھ جنہیں کسی کے ساتھ بانٹے بغیر دل کے قبرستانوں میں دفن کرنا پڑتا ہے۔

وہ وہیں کا وہیں بیٹھا رہ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"تم تو ذرا بھی تبدیل نہیں ہوئے یار مہران علی!"

اس نے گہری تکلیف دہ سانس بھر کر خود کلامی کی تھی۔ تکلیف جسمانی ہو تو انسان اتنا درد محسوس نہیں کرتا جتنا روحانی یا ذہنی تکلیف میں محسوس کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ درد آپ کسی سے کہہ نہیں سکتے' کسی کو بتا نہیں سکتے۔ درد کے ساتھ تنہائی کی آمیزش ہو تو انسان کے حلق میں بھی آنسوؤں کا ذائقہ اتر آتا ہے۔ مہران کے منہ میں بھی تلخی گھل گئی تھی' اس لیے نہیں کہ ایک لڑکی نے اسے دھتکار دیا تھا بلکہ اس لیے کہ اس لڑکی نے اسے اونچے پہاڑ سے نیچے دھکا دے دیا تھا اور وہ اتنی بری طرح سے منہ کے بل گرا تھا کہ چوٹوں کو شمار کرنے جتنی ہمت بھی نہیں تھی۔

"میں آپ جیسے آدمی سے شادی کیسے کر سکتی ہوں جسے ایک زمانہ لطیفہ کہہ کر یاد کرتا ہے۔۔۔ ڈیپارٹمنٹ کے سب لڑکے آپ کا کتنا مذاق اڑاتے ہیں' آپ کو شاید اندازہ بھی نہیں ہے اور آپ چاہتے ہیں' میں بھی ساری زندگی کے لیے "مذاق" بن جاؤں۔ میں "مذاق" بننا افورڈ ہی نہیں کر سکتی۔"

اس کے ذہن و دل پہ لفظ ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے۔

وہ سیمنٹ کے بینچ پہ بیٹھا تھا یا شاید وہ سیمنٹ کے بنچ سے گر گیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کے سامنے رفعت آرا بیٹھی اسے لفظوں کے ایسے ہار پھول پہنا گئی تھی کہ جن کا بوجھ اس کی گردن سہار ہی نہیں پا رہی تھی۔

"تم تو ذرا بھی تبدیل نہیں ہوئے یار مہران علی!"

اس نے تھک ہار کر گردن جھکا دی۔ نگاہیں مخملی گھاس سے ٹکرائی تھیں۔ اس نے خود کو اسی گھاس کا حصہ محسوس کیا۔

وہ کیا تھا۔۔۔ وہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔ اس نے آج پہلی مرتبہ خود کو ایک اگالدان محسوس کیا۔ وہ جانتا تھا کہ شخصیت کے "صفر" ہو جانے کا دکھ کیا ہے مگر یہ دکھ جس قدر آج تکلیف دہ محسوس ہو رہا تھا' اتنا پہلے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ اسے رفعت سچ مچ اچھی لگتی تھی' اس نے خود کو رفعت کے معیار تک پہنچانے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ کس قدر تبدیل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی شخصیت کو نکھارنے والی کتب کا مطالعہ کیا تھا اور آج سے پہلے اسے لگتا تھا کہ اس نے تو ان کتابوں سے بہت کچھ سیکھ لیا ہے مگر آج اسے احساس ہوا تھا اس نے تو رتی برابر بھی نہیں سیکھا تھا۔

اس کا' اس کی شخصیت کا بار ہا مذاق اڑایا گیا تھا۔ اس نے بچپن سے لے کر اب تک بہت لوگوں کے چہرے پر اپنے لیے تحقیر محسوس کی تھی' طنز دیکھا تھا مگر جو چیز اس نے آج رفعت کے چہرے پر دیکھی تھی' وہ تو شاید اس نے پہلے کبھی کسی کے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔

بہت بچپن میں جب سبحان اسکول جانا شروع ہوا تو اس کی رنگ برنگی کتابیں مہران کو بہت دلکش لگا کرتی تھیں' وہ انہیں دیکھتا اور خوش ہوتا۔ اس کے اندر وہیں سے پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

"میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں گا۔"

وہ اکثر سوچتا تھا اور کسی سے کہہ بھی نہیں پاتا تھا۔
اس نے لفظوں کو اپنے اندر دفن کرنا بہت پہلے سیکھ لیا تھا مگر اس کے صبر نے اسے کیسے دن دکھائے تھے۔ اس کی شخصیت میں کس قدر کمزوریاں تھیں۔ وہ تو کسی قابل نہیں تھا اور یہ باتیں اسے رفعت آرا نے بتائی تھیں۔

وہ ایک مصوّر کی تصویر تھا جسے غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے لیے چوک میں لٹکا دیا گیا تھا اور پھر زمانے بھر نے مل جل کر غلطیوں کی نشاندہی کی تھی مگر کوئی اس کی غلطی سُدھار نہیں سکتا تھا۔

وہ اپنی طرف سے کسی کو آئینہ دِکھا کر آیا تھا اور کوئی اسے بھی آئینہ دِکھا گیا تھا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔

"بکل مارکہ... سودائن... احمق... بونگی... لطیفہ... تماشا... پھٹیچر... بمقابلہ... فضول... مولوی... ابو الہول... پاجی... گھامڑ... مولانا... دہشت گرد... ڈرامہ..." وہ لمحہ بھر کو رکا۔

"مہران علی بمقابلہ خدیجۃ الکبریٰ۔ اف میرے خدا... یہ ہے میری حقیقت... یہ ہوں میں۔"

قسمت کی لڑائی میں آپ کا مقابلہ کس کے ساتھ ہے آپ کو نہیں پتا ہوتا اور المیہ یہ ہے کہ اس مقابلے میں آپ جو جیتتے ہیں، آپ کو اس کا بھی پتا نہیں ہوتا۔

"میں خود کو کیا سمجھتا تھا اور میں کیا نکلا۔"

اس نے خود اذیتی کی انتہائی اونچی اسٹیج پر خود کو پایا۔

ہم دیکھیں گے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے
ہم دیکھیں گے

تھپڑ کیا ہے، یہ ہاتھ نہیں جانتا۔ تھپڑ کیا ہے، یہ صرف گال جانتا ہے۔ اس نے جب کسی کی ذات پر تضحیک آمیز طمانچے لگائے تھے، تب وہ ماؤنٹ ایورسٹ جتنے اونچے پیڈسٹل پر کھڑا تھا اور جب یہ طمانچے اس کے اپنے رخساروں پر پڑے تھے تو ہوش ٹھکانے آ گئے تھے۔

"میں آج یہ باتیں کس کے ساتھ شیئر کروں... آج تو یہ اندر دفن نہ ہو پائیں گی... اے اللہ۔"

وہ بے اختیار بولا تھا۔

اس نے اس لمحہ خود کو دنیا کا کمزور ترین انسان محسوس کیا۔ وہ کس زعم میں مبتلا رہا تھا۔

"ہم دونوں ایک جیسے ہیں۔"

خدیجہ نے اس سے ایک بار کہا تھا اور تب وہ دل ہی دل میں خوب ہنسا تھا۔

"میں تمہارے جیسا ہو ہی نہیں سکتا۔" اس نے یہ بات خود سے کہی تھی اور تب اسے قطعاً احساس نہیں ہوا تھا کہ وہ بھی خدیجہ جیسے انسانوں کی فہرست میں آتا ہے، جنہیں ان کے حالات دوسروں کی نظر میں "تماشا" بنا دیتے ہیں مگر انہیں خود خبر ہی نہیں ہوتی۔

زمانے کو تماشے کی طلب تھی
تماشے کو زمانہ چاہیے تھا
میری تقدیر جب لکھی گئی تھی
مجھے موجود ہونا چاہیے تھا

اس کے سامنے کئی بھید کھل گئے تھے، کئی راز آشکار ہوئے تھے۔ وہ ان انسانوں میں سے تھا جنہیں خود اپنے بارے میں بہت دیر سے خبر ہوتی ہے یا شاید سب انسانوں کو ہی اپنے بارے میں بہت دیر سے خبر ہوتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے، اس نے پہلے بھی بہت دفعہ ایسے دکھ محسوس کیے تھے۔ فقط آج اتنا ہوا تھا کہ ہمت ڈھے گئی تھی۔ ہر بار ناکامی اسے پمپ کرتی آئی تھی مگر آج کی ناکامی نے اس کے حوصلوں کو سبوتاژ کر دیا تھا۔

وہ بوجھل دل سے اٹھ کر باہر کی سمت چل دیا۔ اس کے پاؤں میں سکت نہیں تھی مگر اسے چلنا تو تھا۔

"رفعت غصہ کرے گی... بھڑک اٹھے گی... اسے یہ بات اچھی نہیں لگے گی... تم نہیں سمجھو گے مہران علی... تم سمجھ ہی نہیں سکتے۔"

اس کے ذہن میں خدیجہ کے الفاظ گونجے۔ وہ اسے یہی سب تو بتانا چاہ رہی تھی۔ وہ تو رفعت کو زیادہ بہتر جانتی تھی، اس کو رفعت کی خوبیوں، خامیوں کے متعلق اچھی طرح سے پتا تھا مگر مہران کو دکھ نہ دینے کے خیال سے وہ کس قدر مبہم اور ڈھکے چھپے الفاظ میں

بات کررہی تھی۔ وہ اس لیے جھک جھک کر بات کررہی تھی اور مہران نے اس کی جھک کے کس قدر غلط معنی لیے تھے۔ وہ اسے بے نقط سنا آیا تھا اور اس نے بھی کتنے آرام سے سب باتیں سن لی تھیں۔

"تم کتنی اچھی ہو خدیجہ.... کاش.... کاش...."

وہ تقریباً" کراہ کر بولا تھا۔

اصل نے اصل کو پہچانا تھا۔

وہ IER سے نکل کر ہسٹری ڈیپارٹمنٹ کے مین داخلی دروازے کے قریب تھا جب اس نے وہی بکل، وہی چادر، وہی چال دیکھی جسے تماشا قرار دے چکا تھا۔ اس نے قدموں کی رفتار کم کردی۔ وہ اب اس تماشے کا سامنا کیا کرتا۔ تماشا بھلا تماشے سے مل کر کیا کرے گا۔ اس نے دکھی دل سے سوچا۔ اس نے کسی کی شخصیت کا زعم توڑا تھا اور چند لمحوں بعد اس کی شخصیت کا زعم توڑ دیا گیا تھا۔

اسی لمحے خدیجہ نے پلٹ کر دیکھا اور چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ مسکراہٹ، احمقانہ شرارتی انداز، اپنائیت کے بجائے لاتعلقی، اجنبیت، بیگانگی وہ اس کی طرف خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ذرا سا تیز چل کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اس سے معافی تو مانگ ہی سکتا تھا۔ اس کے دل کو سکون مل جاتا۔

"جمی کی بہن کی اگلے جمعہ کو منگنی ہے.... وہ لوگ بس استخارے کے انتظار میں تھے۔"

اس نے مہران کو اپنے قریب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ لوگ جو اپنے دکھ اپنے اندر دفن کر کے مسکراتے ہیں، وہ تماشا نہیں ہوسکتے۔

"تماشا تو میں ہوں خدیجہ!"

مہران نے دل میں سوچا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلنے لگے تھے۔ سیمنٹ کی لمبی سڑک کے بعد مین روڈ تھا جس کے بعد انہیں الگ ہوجانا تھا۔

"میں تم سے کیسے معافی مانگوں خدیجہ! میں قابلِ معافی نہیں ہوں۔" وہ اب بھی صرف سوچ سکا۔

"مہران! تمہیں

موٹاپے سے نجات

کہا جاتا ہے کہ ہر بیماری
پیٹ کی خرابی ہے،
اور پیٹ کا بڑھ جانا خو
ایک بہت بڑا مسئلہ
اسی طرح چہرے پر مہ
کیل، جھائیاں بھی پیٹ کی
سے ہوتی ہیں۔

خواتین کے ان تمام
کا حل

نایاب جڑی بوٹیوں سے تیار ک

جوہر ہاضمہ

◑ موٹاپا ختم ◑ بڑھا ہوا پیٹ اندر
دھبے اور کیل مہاسے غائب ◑ گیس، معد
کی گرانی کا خاتمہ

◑ قیمت صرف -/60 روپے

منگوانے کا پتہ

- خواجہ اسٹور کیمسٹ اینڈ ڈرگسٹ مرچنٹ۔ بالمقا
ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی۔ فون:۔ 2257
- شاہد میڈیکو ہومیو اینڈ یونانی سپر مارکیٹ فضل بلڈ
آرام باغ روڈ کراچی۔ فون:۔ 49828
- خان بوتل اسٹور پاپڑ منڈی شاہ عالم گیٹ لاہور۔ 54454
- عبدالواحد محمد شریف شائق شاپ نمبر 67 غزہ ش

ہوئی ہے۔۔۔ دراصل میں۔۔۔ سب جانتی ہوں۔۔۔ میں کیا ہوں، کیسی ہوں۔۔۔ یہ سب لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔۔۔ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔۔۔ مگر۔۔۔ میں ان سب کو چھوڑ نہیں سکتی۔۔۔ میں نے ان کو چھوڑ دیا تو میں کہاں جاؤں گی۔۔۔ میرے اردگرد بہت سناٹا ہے۔۔۔ بہت خاموشی ہے۔۔۔ اس خاموشی کو ختم کرنے کے لیے۔۔۔ میں نے خود کو لطیفہ بنالیا، مجھے بھی ایسا کر کے خوشی نہیں ہوئی تھی مہران۔۔۔ مگر اس طرح نہ کرتی تو پھر ایسا کیا کرتی کہ۔۔۔ میں اہم ہو جاتی۔۔۔ کم از کم اتنا اہم ہو جاتی کہ میرے اردگرد رہنے والوں میں سے کوئی تو میرے بارے میں سوچتا۔۔۔ میری اہمیت محسوس کرتا۔۔۔ جمی، سلیم، غفار، حفیظ، طٰہٰ، روبی، تم، رفعت، عائشہ، سمیرا۔۔۔ سب لوگ۔ میں نے تو صرف آوازوں سے قربت پیدا کرنے کے لیے اتنے رابطے بنا رکھے ہیں مہران۔۔۔ مگر۔۔۔"

وہ بہت دھیمی آواز میں باتیں کر رہی تھی مگر مہران کی تمام تر حسیات اس کی جانب تھیں، سو وہ سب سن رہا تھا، سمجھ رہا تھا۔

"میرا یقین کرو مہران! میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔ عرصہ ہوا میں نے اپنے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا۔"

وہ پہلے سے بھی زیادہ دھیمے لہجے میں بولی۔ مہران کا دل چاہا، اپنے پاؤں سے جوتا اتارے اور اپنے سر پر مارنا شروع کر دے۔ اس کو کیا حق تھا کسی کی شخصیت پہ پڑے پردوں کو اس طرح اتار کر اس کی شخصیت کو عیاں کر دینے کا۔

اس نے خدیجہ کی جانب دیکھا۔

"ہم دونوں ایک جیسے ہیں۔" اس کے ذہن میں خدیجہ کی کہی گئی بات ناچنے لگی تھی۔

"ہاں ہم دونوں تو ایک جیسے ہیں۔۔۔ میڈیکور۔۔۔ زمانے کے ستائے ہوئے۔۔۔ عام ترین انسان۔۔۔ اسی لیے ہمیں کبھی ایک دوسرے کے سامنے دکھڑے روتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ ہم دونوں تو ایک جیسے ہیں۔"

اس نے سوچا تھا اور پھر سے خدیجہ کی جانب دیکھا۔

"اے کاش! میں کچھ ایسا کر سکتا کہ میرے کہے گئے الفاظ واپس لوٹائے جا سکتے۔"

وہ سر جھکا کر چلنے لگا، ابھی مین گیٹ آجانا تھا اور پھر شاید وہ اس سے کبھی نہ ملتا۔ کبھی نہ ملنے کے خیال نے اس کو چونکا دیا تھا۔ وہ خدیجہ سے اکثر اوقات ملتے رہنا چاہتا تھا۔ اسے خدیجہ کی موجودگی میں کتھارسس میں آسانی ہوتی تھی۔ وہ خود بخود اس کے اندر کے احساسات کو اگلوا لیتی تھی، ورنہ اس نے زندگی میں کبھی پہلے اپنے بارے میں کسی سے ایسے بات نہیں کی تھی۔ اسے لگتا تھا، وہ خدیجہ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہو چکا ہے۔

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا خدیجہ!" اس نے پھر دکھی دل سے اندر ہی اندر دعا کی۔

"مجھے۔۔۔ مجھے لگتا ہے، تم ہی میری اولین اور آخری ضرورت ہو۔" اس نے پھر خود سے کہا تھا۔

"تم نے مجھ سے کچھ کہا؟" خدیجہ نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں تو۔۔۔" وہ گڑبڑا کر بولا۔ ابھی "اعتراف" نوزائیدہ تھا، اسے گھرو جوان بننے میں ٹائم چاہیے تھا لیکن مہران کے پاس تو ضائع کرنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں تھا۔

"اعتراف، نوزائیدہ مگر کبھی تو جوان ہو گا۔" کوئی اس کے اندر ڈپٹ کر بولا تھا۔ مہران نے سر تسلیم خم کیا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا۔

"محبت ایک ایسی کمینی چیز ہے جو اپنے اختتام تک بھی اپنی ابتدا کی خبر نہیں دیتی۔"

وہ جانتا تھا محبت کی انتہا نہیں مگر شکل ضرور ہے۔ اسے محبت خدیجہ کی شکل میں نظر آگئی تھی۔

"رفعت فقط منزل تک پہنچانے والا راستہ تھی فقط راستہ۔"

اس نے سوچا۔ خدیجہ کی خاموشی اسے کھٹک رہی تھی۔ وہ اس سے معافی مانگنے کے طریقے سوچ رہا تھا۔

"آج سال کا چوتھا مہینہ بھی شروع ہو گیا۔ یار سال

کتنی جلدی گزر جاتے ہیں۔"

ان دونوں کے پیچھے آنے والے دو لڑکے آپس میں نجانے کون سا ٹاپک ڈسکس کر رہے تھے مگر مہران کے ذہن میں "سال کا چوتھا مہینہ" اٹک کر رہ گیا تھا۔ وہ خدیجہ کی ذات کا غرور نہیں لوٹا سکتا تھا مگر وہ اسے عزت دینا چاہتا تھا وہ عزت جو اس کا حق تھی۔ مہران "چوتھے مہینے" کا خوبصورت استعمال کر کے اسے جائز بنا سکتا تھا۔

"تم سچ مچ پاگل ہو خدیجہ.... اتنی لمبی تقریر کی.... اتنا بولیں.... پھر بھی سمجھ نہیں پائیں.... میں نے اتنی جھوٹی بکواس کی.... تمہیں تنگ کرنے کو کتنا بھلا برا بولا.... مگر تم قسم سے نکمی ہو.... آج کیا تاریخ ہے بھلا؟"

وہ کہتے کہتے رکا اور پھر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"یکم اپریل۔" خدیجہ بے یقینی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"یکم اپریل.... یعنی All fools's day .... سمجھیں؟" مہران نے فوراً" سے پیش تر کہا۔

"میں تمہارے ساتھ مذاق کر رہا تھا All fools's day" کے موقع پر میں تمہیں تنگ کرنا چاہتا تھا' صرف اس لیے.... ورنہ تم مجھے جانتی ہو.... مجھے ایسی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں.... میں نے سوچا' آج یکم اپریل ہے' آج خدیجہ کو فول بناؤ یار! بس پھر ہم باتوں باتوں میں پتا نہیں ایک دوسرے کو کیا کہہ گئے۔ میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا.... قسم سے خدیجہ! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اللہ کی قسم.... میں تو صرف تمہیں فول بنا رہا تھا۔ میرا یقین کرو۔"

وہ جذباتی ہو کر بولا۔ خدیجہ نے ایک لمحے میں ہی یقین کر لیا تھا۔ شاید اسے بے وجہ گندم چھان چھان کر پتھر نکالنے کی عادت نہیں تھی۔

"وہی تو میں سوچ رہی تھی مہران.... ! تم تو میرے اتنے اچھے دوست ہو' تم اس طرح سے وہ سب کیسے کہہ سکتے ہو.... شکر ہے تم مجھے فول بنا رہے تھے.... شکر ہے"

وہ خوش ہو کر "فول" بنائے جانے پر شکر ادا کر رہی تھی۔ مہران مسکرا دیا۔ اس کے سینے پر سے بھاری پتھر ہٹ گیا تھا۔ وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

"ویسے تم پکے مولوی بنے پھرتے ہو اور کام کرتے ہو انگریزوں والے.... توبہ! تم نے تو میری جان نکال دی تھی۔"

وہ سادہ سے لہجے میں بولی۔ اس کے ہر انداز سے خوشی چھلک رہی تھی۔ مہران کو اسے دوبارہ سے اس روپ میں دیکھنا اچھا لگا۔

عام لوگ.... عام دکھ.... عام خوشیاں.... عام زندگی.... زندگی کا حسن ہی دراصل "عام" ہونے میں ہے۔ مہران دل میں فیصلہ کر چکا تھا مگر اسے اب سابقہ کی طرح فیصلہ سنانے کی جلدی نہیں تھی۔ وہ خدیجہ کو کل' پرسوں یا اس کے بھی بعد بتا سکتا تھا کہ وہ اس کے لیے کس قدر اہم ہو چکی ہے۔ آج اتنا ہی کافی تھا کہ خدیجہ نے اسے معاف کر دیا تھا۔

اسے خدیجہ کے لیے کامیاب ہونا تھا۔ اسے ثابت کرنا تھا کہ ناکام لوگ مل کر کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر ناکامی آپ کو کسی نئی کامیابی کے در پر لا کھڑا کرتی ہے۔ کم از کم مہران کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔

اس نے مین گیٹ سے نکلتے ہوئے خدیجہ کی جانب دیکھا۔

یہاں سے ان دونوں کو الگ الگ روٹ کی وین پکڑنی تھی مگر جلد ان کی منزل ایک ہو جاتی۔

"کل ملو گے نا؟" خدیجہ نے اپنی وین کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کل ہی نہیں.... ہمیشہ ملوں گا۔" وہ بشاشت سے مسکرا کر بولا۔

"ایک جیسے پول ایک دوسرے کو دفع کرتے ہیں مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔"

اس نے سوچا تھا اور پھر ہنستے ہوئے اپنی وین کی جانب بڑھ گیا۔